بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

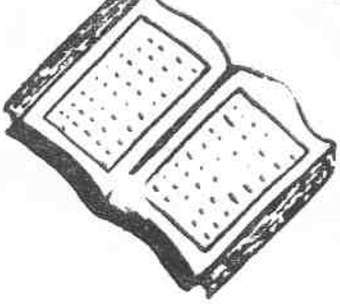

او ۵ ۶۹۲

الفرقان

یعنی

"مذاہب عالم پر نظر"

فروری 1977ء

دیگر ممالک کے لئے
صفحہ ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

سالانہ اشتراک
پندرہ روپے

نسخہ قیمت ڈیڑھ روپیہ

مدیر مسئول
ابوالعطاء جالندھری

جاپان میں تبلیغ اسلام

مبلغ اسلام جاپان مولوی عطاءالمجیب صاحب راشد ایم ۔ اے ٹوکیو میں سفارت خانہ سویڈن کے فرسٹ سکرٹری مسٹر *Jacob Ank Arona* کو اسلام کی تعلیم اور اشاعت اسلام میں ہمہ تن مصروف جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں سے متعارف کرا رہے ہیں اور انہیں اسلامی لٹریچر پیش کر رہے ہیں ۔

ملک سویڈن میں پہلی مسجد کی تعمیر کے بارے میں معلومات کے سلسلہ میں انہوں نے بتلایا کہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ اس پہلی مسجد کی تکمیل کے بعد گذشتہ دنوں امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفة المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز نے اس کا افتتاح فرمایا ہے ۔ مسجد کی تصاویر کے لئے ہفت روزہ "لاہور" کا شاندار سالنامہ بھی پیش کیا گیا جسے سیکرٹری صاحب نے بہت پسند کیا انہوں نے مزید لٹریچر کا بھی مطالبہ فرمایا ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد ۲۷
شمارہ ۲

ماہنامہ **الفرقان** ربوہ
فروری ۱۹۷۷ء

صفر ۱۳۹۷ ہجری قمری
تبلیغ ۱۳۵۶ ہجری شمسی

الفہرست

• موازنہ مسیحیت و اسلام (قومی مذہب اور عالمگیر دین)	ایڈیٹر	ص۲
• شذرات	″	۴
• اسرائیلی گٹھ جوڑ کے بے بنیاد افترا کا جواب	″	۶
• نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	جناب فیض چنگوی	۸
• البیان (سورہ اعراف ع کا سلیس ترجمہ و تفسیری نوٹ)	ایڈیٹر	۹
• درس الحدیث	″	۱۲
• دلائل ہستی باری تعالیٰ	سیدنا حضرت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے قلم سے —	۱۳
• کیا یہی وقت ظہور مہدی معہود ہے؟	جناب عبدالمنان ناہید	۱۶
• حضرت مسیح ناصری کی طبعی موت —— (عقیدۂ نصاریٰ کے بطلان پر زبور کی شہادت)	جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیان	۱۷
• اللہ تعالیٰ (عربی نظم)	جناب مولوی محمد عثمان صاحب ایم اے	۲۳
• خطاب بہ خویشتن (فارسی نظم)	جناب علامہ عبدالرحمٰن صاحب فاؔنی مرحوم	۲۴
• شدید مخالفت کے بعد پُرجوش عقیدت —— حضرت حافظ [illegible] صاحب کے قبولِ احمدیت کا [illegible]	جناب [illegible] فضل الرحمٰن صاحب [illegible]	۲۵
• تاریخ پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب	جناب مولانا دوست محمد صاحب شاہد	۴۱
• فریق لاہور کے تین اعتراض	ایڈیٹر	۵۹
• سوالات اور ان کے جوابات	″	۶۰
• اخبارات و رسائل کے چند مفید اقتباسات	″	۶۳
• میری دو پوتیوں کی آمین	″	۶۷
• آنسوؤں کے موتیوں پر دو نظمیں	محترم جناب چودھری شبیر احمد صاحب	۶۸

ٹیلیفون: ۱۹۲

مدیر مسئول:
ابو العطاء جالندھری

اعزازی ارکان مجلس تحریر:
صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب
خان بشیر احمد خان صاحب رفیق لندن
مولوی عطاء المجیب صاحب راشد جاپان
مولوی دوست محمد صاحب شاہد ربوہ

مینجر اعزازی:
ملک محمد حنیف صاحب

سالانہ بدل اشتراک:
پندرہ روپے

پنجسالہ معاونین خصوصی:
پاکستان:- یکصد روپے
بیرونی ممالک:- پنجسالہ کا چندہ

قیمت فی نسخہ:
ڈیڑھ روپیہ

موازنہ مسیحیت و اسلام

قسط ۱

قومی مذہب اور عالمگیر دین

عیسائی [illegible] صاحبان ادّعا کرتے ہیں کہ مسیحیت ساری دنیا کے لئے نجات کا پیغام ہے۔ اسکے بغیر آدم زاد نجات حاصل نہیں کر سکتے۔ اسی بنا پر کسی عیسائی کے لئے اسلام کی دعوت کو قبول کرنے کی ضرورت نہیں۔

یہ موضوع بڑا دلچسپ ہے کہ آج کل بنی نوع انسان کے لئے ذریعہ نجات مسیحیت ہے یا اسلام؟ ہم آئندہ اقساط میں اس موضوع کا پورا جائزہ لے رہے ہیں۔ آج کے مقالہ میں یہ بات زیر بحث ہے کہ ہر دو مذاہب کی پیش کردہ کتابنے اپنے پیغام کو ایک قوم کے لئے بیان کیا ہے یا اسے ساری قوموں اور تمام نسلِ انسانی کے لئے بتایا ہے۔ پھر یہ کہ ہر دو مذاہب کے بانیوں نے اپنی زندگی میں اپنے عمل سے اپنے پیغام کو دنیا بھر کے لئے قرار دیا ہے یا ایک محدود قوم کے لئے بتلایا ہے؟ ظاہر ہے کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ان دو مذہبوں میں سے کسی مذہب کی کتاب اور کسی مذہب کے بانی نے اپنی دعوت کو ایک قوم کے لئے محدود قرار دیا ہے تو اس کے پیروؤں کا یہ حق نہیں ہے کہ اسے عالمگیر ٹھہرائیں اور ساری قوموں کو اس کی پیروی کی دعوت دیں۔

حضرت مسیح بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے تھے [illegible] سے ان کا مسلک حضرت موسیٰؑ کی پیروی اور توراۃ کی اتباع تھا۔ جب وہ مامور ہوئے تو انہوں نے اپنے پیغام کو بنی اسرائیل کے گھرانے کے لئے محدود قرار دیا۔ انہوں نے یہودیوں سے فرمایا:۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں توراۃ یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" (متی ۵/۱۷)

پھر حضرت مسیحؑ نے حواریوں کو تلقین فرمائی کہ:۔

"فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن اُن کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں" (متی ۲۳/۲-۳)

قوم کے سامنے حضرت مسیحؑ نے اپنا مشن بایں الفاظ بیان فرمایا کہ:۔

"میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" (متی ۱۵/۲۴)

اپنے حواریوں کو تبلیغ کے لئے بھیجتے ہوئے انہیں حکم دیا کہ:۔

"غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں [illegible]

کہ کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے
گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس
جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان
کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔"
(متی ۱۰/۵-۷)

خود حضرت مسیح زندگی بھر صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو پیغام حق پہنچاتے رہے اور اُن کے حکم کی تعمیل میں حواری بھی ایسا ہی کرتے رہے۔ جب یہودیوں نے مسیحی دعوت کا شدت سے انکار کیا تب پولوس نے تنگ آکر اُن سے کہا کہ:-

(الف) "تمہارا خون تمہاری ہی گردن پر۔ میں پاک
ہوں۔ اب سے غیر قوموں کے پاس
جاؤں گا۔" (اعمال ۱۸/۶)

(ب) "چونکہ تم اس کو رد کرتے ہو اور اپنے آپ کو
ہمیشہ کی زندگی کے ناقابل ٹھہراتے ہو تو دیکھو
ہم غیر قوموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔"
(اعمال ۱۳/۴۶)

ظاہر ہے کہ غیر قوموں کو مسیحیت کی دعوت پولوس اور اسکے ایک آدھ ساتھی کی مایوسانہ حرکت تھی ورنہ حضرت مسیح کی طرف سے حواریوں کو یہی ہدایت تھی کہ "غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔" یہی وجہ ہے کہ بعد ازاں اس موضوع پر حواریوں اور اولین عیسائیوں میں ہمیشہ نزاع رہا۔ لکھا ہے :-

"رسولوں اور بھائیوں نے جو یہودیہ
میں تھے سُنا کہ غیر قوموں نے بھی خدا کا

تو مختونوں اس سے یہ بحث کرنے لگے کہ
تُو نامختونوں کے پاس گیا اور ان کے ساتھ
کھانا کھایا۔" (اعمال ۱۱/۱-۳)

پس مسیحیت ایک قومی مذہب ہے اس کی دعوت محض محدود ہے ساری قوموں اور سارے زمانوں کے لئے نہیں ہے۔

قرآن مجید نے دعویٰ فرمایا ہے کہ وہ رب العالمین کی طرف سے ہے اور ساری قوموں اور سارے زمانوں کے لئے ہے فرمایا:-

(۱) اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (یوسف ع۱۱) یہ قرآن سب لوگوں کے لئے نصیحت نامہ ہے۔

(۲) تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (الفرقان ع۱) بہت برکتوں والا وہ خدا ہے جس نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید اُتارا ہے تاکہ وہ سب جہانوں کو ہوشیار کرے۔

(۳) وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ (القلم ع۲) یہ قرآن تمام جہانوں کے لئے ذکر ہے۔

(۴) قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (اعراف ع۲۰) اے رسول! تو اعلان کر دے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔

واقعہ بھی یہی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کو سیاہ و سفید اور مشرقی و مغربی اور عربی و عجمی سب کے لئے قرار دیا اور اسلام کا پیغام عام لوگوں اور بادشاہوں تک پہنچایا، ساری قوموں کو اسلام کی دعوت دی۔

پس مسیحیت و اسلام میں پہلا موازنہ تو یہ ہے کہ مسیحیت ایک قومی مذہب ہے اور اسلام ایک عالمگیر دین ہے۔

شذرات

(۱) امام ابو حنیفہؒ کا خواب اور اس کی تعبیر

ماہنامہ طلوعِ اسلام لکھتا ہے :-

"خطیب اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ہشام بن مہران نے فرمایا کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضورؐ کی قبر مبارک کو کرید رہے ہیں۔ تو انہوں نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قاصد بھیج کر تعبیر حاصل کی تو انہوں نے فرمایا۔ یہ خواب دیکھنے والا علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت کرے گا جیسی کہ جیسی اس سے پہلے کسی نے نہیں کی۔"

(ماہنامہ طلوعِ اسلام لاہور فروری ۱۹۷۷ء صلا)

الفرقان - بعض لوگ خواب کو ظاہر پر محمول کرتے، غلط رنگ میں اعتراض کرتے اور عوام کو اشتعال دلاتے ہیں انہیں اس خواب پہ غور کرنا چاہیئے۔

(۲) اسلامی مملکت میں ناقابلِ برداشت جرم

ہفت روزہ الاعتصام لکھتا ہے :-

"ایک اسلامی مملکت میں پختہ قبروں ... ان سے استمداد و استعانت ایک ایسا جرم ہے جو کسی صورت میں بھی قابل برداشت نہیں۔ ایک مسلم حکمران کا یہ اولین فریضہ ہے کہ کم از کم وہ اپنی مملکت کی حدود میں اس کا روبار (بدعات و منات (شرک) کو فی الفور ختم کرے۔"

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۲ اکتوبر ۱۹۷۶ء صفحہ ۵)

الفرقان - پاکستان میں قبر پرستی کو جو رواج دیا جا رہا ہے اس کے بارے میں اہلحدیث کیا مسلک اختیار کریں گے ؟

(۳) مدعی نبوت کی صداقت کے لیے صحیح پیمانہ

مدیر طلوعِ اسلام لکھتے ہیں :-

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے مخالفین نے پوچھا کہ آپ کے پاس اس کا ثبوت کیا ہے کہ آپ اپنے دعویٰ نبوت میں سچے ہیں تو آپ نے (قرآن کی شہادت کے مطابق) فرمایا کہ "فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ٥ (۱۰/۱۶) میں کوئی اجنبی یا نو وارد نہیں، میں نے تم میں

کیا تم اس پر غور کر کے یہ فیصلہ نہیں کر سکتے
کہ میں سچا ہوں یا جھوٹا ؟ اس میں
مِنْ قَبْلِہٖ کا ٹکڑا بڑا بنیادی ہے
جب کوئی شخص کسی منصب کے لئے آگے
بڑھنے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنی وضع
بڑی مقدس بنا لیتا ہے لیکن اس کا صحیح
کیریکٹر اُس کی اس زمانے کی زندگی سے
سامنے آسکتا ہے جب وہ عام آدمیوں
کی طرح زندگی بسر کر رہا تھا۔ پس یہ ہے
صحیح پیمانہ ۔"

(طلوع اسلام لاہور فروری ۱۹۷۷ء صفحہ ۵)

الفرقان۔ اے کاش ! اس "صحیح پیمانہ" کے رُو سے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو بھی معلوم کر لیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خود تحریر فرمایا ہے :۔

"اب دیکھو خدا نے اپنی حجت کو تم
پر اس طرح پورا کر دیا ہے کہ میرے
دعویٰ پر ہزارہا دلائل قائم کر کے
تمہیں یہ موقعہ دیا ہے کہ تا تم غور کرو
کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف
بلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا
آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش
کرتا ہے اور تم کوئی عیب افترا
یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی
پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ
جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افترا کا
عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا
ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میرے
سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی
کر سکتا ہے ؟ پس یہ خدا کا فضل ہے
جو اُس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر
قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے
یہ ایک دلیل ہے۔"

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲)

(۴) جناب عبدالبہاء کا فتویٰ

عبدالبہاء زعیم بہائیت نے اپنے چچا میرزا محمد علی کے متعلق لکھا ہے :۔

"زنہار از تقریب باین شخص (میرزا محمد علی)
کہ از تقرب بنار بدتر است ۔۔۔۔ البتہ
صد البتہ از معاشرت او احتراز نمائید و
دقت نمائید و متوجہ باشید و جستجو فحص
نمائید کہ اگر نفسے را سرّاً جہراً با او ادنیٰ مناسبتے
آں شخص را از میانِ خود تاں خارج کنید زیرا
فساد و فتن مے شود۔" (الواح وصایا مقدسہ
عبدالبہاء صفحہ ۲۱-۲۳ مطبوعہ سورتی پرنٹنگ ہاؤس بمبئی)

یعنی اس شخص کے قریب جانے سے اجتناب اختیار کرو۔ اسکے پاس جانا آگ کے پاس جانے سے بھی بدتر ہے۔ اسکی معاشرت سے ہزار درجہ پرہیز کرو اور پوری توجہ اور جستجو سے معلوم کرتے رہو کہ اگر کوئی شخص ظاہر یا مخفی طور پر اس سے مناسبت رکھتا ہے تو اسے بھی اپنے

اسرائیلی گٹھ جوڑ کے بے بنیاد افتراء کا جواب

ہفت روزہ اسلامی جمہوریہ کی تصویر پر نظر

اسرائیل میں مسلمانوں کی تعداد

سنہ ۱۹۵۷ء میں جناب مودودی صاحب کے دورہ مشرقِ وسطیٰ کے موقعہ پر انہوں نے شائع کیا کہ:-

"عرب علاقے کے عیسائی اگرچہ بظاہر مسلمان عربوں کے ساتھ ہیں لیکن ان کی صحیح پوزیشن کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ اسرائیل کے علاقے میں جو لاکھ ڈیڑھ لاکھ مسلمان ابھی باقی ہیں ان کو آئے دن یہودی یہ ترغیب دیتے رہتے ہیں کہ تم عیسائی ہو جاؤ تو ہم تمہیں پورے حقوق دے دیں گے۔"

(مولانا مودودی کا دورہ مشرق وسطیٰ ص۱۴۲ ناشر مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی پاکستان اچھرہ لاہور طبع اوّل جنوری ۱۹۵۷ء)

سنہ ۱۹۶۵ء میں مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مرحوم نے "اسرائیل میں مسلمان" کے زیر عنوان شائع کیا کہ:-

"اسرائیل میں عرب آبادی (جس کی اکثریت مسلم ہے) ایک لاکھ نوّے ہزار

حد تک خود مختار ہے۔ اس کے بڑے عہدیدار چار مقامی شرعی عدالتوں کے قاضی ہیں اور ان کی عدالت اپیل یروشلم میں ہے جس کا مرتبہ قانون و آئین کی رو سے محفوظ ہے۔

نماز ۱۲۰ مسجدوں میں ہوتی ہے اور ۲۰۰ عالموں کی تنخواہیں سرکار سے ملتی ہیں۔ جزار (علاقہ عکہ) کی مسجد جامع اہم ترین ہے۔ ایک بڑی اور شاندار مسجد ناصرہ میں سرکاری امداد سے تعمیر ہو رہی ہے۔" (صدق جدید لکھنؤ ۵ نومبر ۱۹۶۵ء صٹ)

اسرائیل میں مقامی احمدیوں کی تعداد

معاندِ احمدیت مولوی ظفر احمد انصاری کا بیان ہے کہ:-

"۱۹۷۲ء تک اسرائیل میں موجودہ قادیانیوں کی تعداد چھ سو تھی۔"

(ہفت روزہ اسلامی جمہوریہ لاہور ۸ جنوری

سراسر جھوٹے افترا کا اعادہ

اسلامی جمہوریہ لاہور (۲۰ جنوری ۱۹۸۷ء) نے اپنی "خصوصی رپورٹ" میں اس افترا کو اب پھر دہرایا ہے کہ "قادیانی پیشوا اسرائیل سے گہرے مراسم رکھتے ہیں۔" خدا ترس قارئین غور فرمائیں کہ اسرائیل کے بسنے والوں میں اگر چند افراد احمدی ہوں تو اس سے کس منطق کی رو سے "قادیانی پیشوا کے اسرائیل سے گہرے مراسم" ثابت ہو جاتے ہیں؟ جبکہ اسرائیل میں لاکھوں دوسرے مسلمانوں کی موجودگی میں دوسرے مسلمان لیڈروں کے اسرائیل سے گہرے مراسم ثابت نہیں ہوتے؟ ع

خدا سے کچھ ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

مدیر اخبار اسلامی جمہوریہ نے اپنے نوٹ "قادیانی وفد کی اسرائیل کے صدر سے ملاقات" میں جو تنکے کا سہارا اختیار کیا ہے وہ اسکے الفاظ میں یوں ہے۔ لکھتے ہیں کہ:-

"اب میرے سامنے اسرائیل کے ایک
ہفت روزہ دی یروشلم پوسٹ ویکلی کا ۱۹ اکتوبر
۱۹۸۶ء کا شمارہ ہے جس میں نیشنل نیوز کے تحت
ایک تصویر شائع ہوئی ہے جس میں واضح طور
پر قادیانی رہنما اسرائیلی صدر کے ساتھ
کھڑے نظر آتے ہیں"

اس تصویر میں کھڑے احمدیوں کے متعلق مدیر موصوف نے دریافت کیا ہے کہ:-

"کیا ان کا تعلق پاکستان سے ہے؟
اگر ہے تو پھر اسرائیل کے ساتھ ان کے تعلق
سے انکار کیسے کر سکتے ہو؟"

جواباً یاد رہے کہ اس تصویر میں اسرائیلی صدر کے ساتھ جو چار افراد نظر آتے ہیں ان میں ایک بھی پاکستانی نہیں ہے۔ وہ سب فلسطین کے اصل باشندے ہیں یا پاکستان کے علاوہ کسی اور ملک کے رہنے والے ہیں جو اسرائیل میں رہائش رکھتے ہیں ان میں کوئی بھی پاکستانی نہیں۔ جب وہ پاکستانی ہیں ہی نہیں تو ان کے وجود سے ہم پاکستانی احمدیوں کے اسرائیل کے ساتھ تعلق پر استدلال کرنا دھینگا مشتی نہیں تو اور کیا ہے؟ نیز اس جھوٹے الزام پر اصرار کہاں کی خدا ترسی ہے؟

مدیر موصوف فرمائیں کہ اسرائیل میں شریعت عدالتوں کے قاضی موجود ہوں، ایک سو سے زائد مساجد میں نماز پڑھنے والے مسلمان موجود ہوں اور وہ چند "علماء" اسرائیلی حکومت سے تنخواہیں لے رہے ہوں اور اسرائیلی خزانہ سے مسلمانوں کی مسجدیں تعمیر ہو رہی ہوں تو کیا یہ قابلِ اعتراض نہیں ہے؟ اور اس سے پاکستانی مسلمانوں پر حرف نہیں آتا؟ لیکن اگر اسرائیل کے چار پانچ اصل باشندے اسرائیل کے صدر کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے اس سے ملاقات کریں تو یہ امر پاکستانی احمدیوں پر جھوٹے اتہام لگانے کا موجب قرار دے لیا جائے؟۔

اتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون؛

نعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(محترم جناب فیض چنگوی)

وہ نورِ اوّلیں آیا، وہ نورِ آخریں آیا
مبارک ہو جہاں والو! وہ تاجِ مرسلیں آیا

نبی کامل، بشر کامل، کمالِ شفقت و احساں
خدا کے نور میں ڈوبا ہوا، ماہِ مبیں آیا

نبی اُمّی لقب لیکن معلّم ساری قوموں کا
برائے خُلقِ مجسّم حاملِ دینِ متیں آیا

خدا اِک نورِ مطلق ہے محمد مظہرِ مطلق
نہ اُس جیسا حسیں کوئی نہ اِس جیسا حسیں آیا

مساوات و تمدّن کا، محبت کا اخوت کا
سبق پاکیزہ دینے کو وہ ختم المرسلیں آیا

وہ منبع نور و برکت کا، وہ گلدستہ محبت کا
قمر خورشید تاروں پھول کلیوں سے حسیں آیا

وہ نورِ نیّرِ راہِ ہدیٰ اقوامِ عالَم کا
براہیمی دعاؤں کا ظہورِ دل نشیں آیا

بتوں سے پاک کر ڈالا صداقت کو کیا بالا
مدینے کا مکیں آیا وہ کعبے کا امیں آیا

شتربانوں نے جس کے دم سے پائے تاجِ سلطانی
ہے خاکِ راہ جس کی قیصری وہ شاہِ دیں آیا

سراسر فیض کا چشمہ شفیقِ بے مثال آقا
وہ آئینِ وفا ختمِ رسالت کا نگیں آیا

محمد مصطفےٰ پر رحمتیں ہوں فیض بے پایاں
کہ وہ آیا تو دنیا کو خدا پر بھی یقیں آیا

الاعراف ع ۶

البَیَانُ

قرآن کریم کا سلیس اردو ترجمہ مختصر تفسیری حواشی کے ساتھ

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ

اعراف والے (بلند مراتب والے) اُن مَردوں کو پکاریں گے جنہیں وہ ان کی علامتوں سے پہچانتے ہوں گے۔

قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ○

ان سے کہیں گے تمہاری جمعیت اور جتھہ بندی نے تم کو کیا فائدہ پہنچایا؟ اور جو تم تکبر کرتے تھے یا جن چیزوں کو تم بڑا سمجھتے تھے وہ تمہارے کس کام آئیں؟

اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا

کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں قسم اُٹھا کر تاکیداً تم کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کسی قسم کی رحمت سے بہرہ ور نہ کریگا؟ (اصحاب الجنت کی طرف توجہ

الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ○ وَنَادٰٓى

کرتے ہوئے اعراف والے کہیں گے کہ) تم لوگ جنّت میں داخل ہوجاؤ تم پر نہ خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہوگے۔ پھر دوزخی لوگ جنّتیوں کو

تفسیر:۔ اِس سے پہلے رکوع میں اصحاب اعراف کا ذکر آیا ہے اور اُن کی اس گفتگو کا بیان ہوا ہے جو انھوں نے دوزخیوں اور جنّتیوں سے اصولی طور پر کی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ نے سورۃ اعراف کے چھٹے رکوع کی پہلی آیت میں یہ امر بیان فرمایا ہے کہ اعراف والے قوموں کے سرداروں اور لیڈروں کو مخاطب ہو کر فرمائیں گے کہ تم آج بتاؤ کہ کیا تمہاری جتھہ بندی اور تمہارے تکبّر نے تمہیں کوئی فائدہ پہنچایا ہے؟ یا جن سامانوں کو تم بڑا سمجھتے تھے کیا وہ تمہارے کچھ کام آئے؟ پھر کیا یہ غریب اور کمزور مومن جن کے بارے میں

أَصْحٰبُ النَّارِ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ أَوْ

پکاریں گے کہ　ہم پر　پانی　یا ان چیزوں میں سے جو اللہ نے تم کو دی ہیں　ڈالو۔

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

اہلِ جنّت جواب دیں گے کہ یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ نے ان کافروں پر حرام کر دی ہیں۔

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ

جو اپنے دین کو کھیل کود اور تماشا بناتے تھے اور جن کو ورلی زندگی نے فریب دے رکھا تھا۔ (اللہ فرمائے گا)

فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا

پس آج　ہم ان لوگوں کو اسی طرح نظر انداز کرتے ہیں جس طرح انہوں نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلائے رکھا اور نیز اس وجہ سے بھی کہ

بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ

وہ ہماری آیات کا جان بوجھ کر انکار کرتے تھے۔ یاد رہے کہ ہم ان لوگوں کے پاس ایسی کامل کتاب لائے ہیں جسے ہم نے اپنے علم کی بنا پر

تم طنزاً کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو کوئی رحمت عطا نہ فرمائے گا کیا یہ جنّت میں جانے سے روکے جاسکتے ہیں! اس مرحلہ پر وہ جنّت میں جانے والے مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام دیں گے کہ تم بلا خوف وخطر جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ اس رکوع کی پہلی دو آیتوں کے بعد کی دوسری دو آیتوں میں یہ مذکور ہے کہ جہنمی دوزخ کی آگ سے تنگ آکر مومنوں سے درخواست کریں گے کہ ہم پر بھی کچھ پانی ڈالو یا ہمیں بھی اُن نعمتوں سے کچھ عطا کرو جو اللہ نے تم کو دی ہیں۔ اہلِ جنّت جواباً کہیں گے کہ یہ چیزیں تو کافروں پر حرام ہیں کیونکہ کافروں کو دنیا کی زندگی نے دھوکہ دیا اور انہوں نے دین سے ٹھٹھہ اور تمسخر اختیار کر رکھا تھا۔ اللہ فرمائے گا کہ ان لوگوں نے قیامت کی حاضری کو نظر انداز کیے رکھا اور آیاتِ الٰہیہ کا جانتے بوجھتے انکار کیا اس لیے یہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

پانچویں آیت میں قرآن مجید کی شان بیان ہوئی ہے کہ وہ مفصّل کتاب ہے اور ہر قسم کی ہدایت اور رحمت پر مشتمل ہے۔

هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا

پوری تفصیل سے بیان کر دیا ہے درآنحالیکہ وہ کتاب ایمان لانیوالوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے　یہ (منکرین) اس کے انجام کے ظہور کا ہی انتظار

تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ

کرتے ہیں۔　جس دن (اس کتاب کی پیشگوئیوں کا) انجام ان کے سامنے آئے گا تو وہ لوگ جو اُسے قبل ازیں بھلائے بیٹھے تھے پکار

مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ

اُٹھیں گے کہ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق اور صداقت کو لے کر آئے تھے۔　پس کیا اب ہمارے لئے کوئی

شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ

سفارشی ہیں تا وہ ہمارے حق میں سفارش کریں یا کیا ہمیں دنیا میں واپس لوٹا دیا جائیگا تاکہ ہم وہ اعمال بجا لائیں جو پہلے نہیں کرتے تھے (اللہ فرماتا ہے)

قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ ع

۱۳ ان لوگوں نے خسارہ اُٹھایا اور اپنی جانوں کو گھاٹے میں ڈالا اور جو جھوٹ وہ اپنی زندگی میں تراشا کرتے تھے وہ آج اُن کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔

چھٹی اور اس رکوع کی آخری آیت میں کفار کے طرزِ عمل کا بیان ہوا ہے۔ وہ اس امر کا انتظار کرتے ہیں کہ کتاب الٰہی میں جو پیشگوئیاں بیان ہوئی ہیں اور اُن کے لئے جو عذاب کی خبریں دی گئی ہیں وہ پوری طرح ظاہر ہو جائیں اور کتاب کی تاویل اور انجام ان کے سامنے بالکل نمایاں ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج تو وہ کتاب الٰہی کو نظر انداز کر رہے ہیں لیکن جس دن الٰہی گرفت واقع ہو گی وہ اقرار کریں گے کہ ہمارے رب کے برحق رسول ہمارے پاس آتے رہے ہیں۔

پھر وہ عذاب سے بچنے کے لئے دو راستے تجویز کریں گے۔ یا تو سفارش کرنے والے اُن کی سفارش کر دیں اور یا انہیں دنیا میں واپس کیا جائے اور وہ نیک اعمال بجا لائیں۔ یہ دونوں راستے اُن کے لئے مسدود ہوں گے کوئی اُن کی سفارش نہ کرے گا اور اُن کے دنیا میں واپس جانے کا بھی کوئی سوال نہ ہو گا وہ سراسر ناکام و نامراد ہوں گے اور وقت مقررہ تک عذابِ الٰہی میں مبتلا رہیں گے ؛

درس الحدیث

(۱) عَنْ اَبِیْ رَافِعٍ قَالَ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَذَّنَ فِیْ اُذُنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ حِیْنَ وَلَدَتْہُ فَاطِمَۃُ بِالصَّلٰوۃِ (الترمذی و ابوداؤد)

ترجمہ - حضرت ابو رافعؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں امام حسنؓ پیدا ہوئے تھے تو میں نے دیکھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کے کان میں نماز والی اذان دی تھی۔

تشریح - اسلامی طریقہ یہ ہے کہ بچے کے کان میں سب سے پہلی آواز اذان کی پہنچنی چاہیئے۔ اذان کا پہلا کلمہ اللہ اکبر ہے گویا اس دنیا میں آتے ہی بچے کے کان میں پہلا لفظ اللہ پڑتا ہے۔ اسلام کتنا پاکیزہ مذہب ہے۔
سنت نبویہ ہے کہ اذان دائیں کان میں اور اقامت بائیں کان میں کہی جائے۔ بچہ اس وقت ان الفاظ کو نہیں سمجھتا مگر آج ثابت ہو چکا ہے کہ بچے کو سنائے ہوئے کلمات غیر شعوری طور پر اس کی آئندہ زندگی میں اثر انداز ہوتے رہتے ہیں نیز اس اذان سے ماں باپ کے کان کھولے جاتے ہیں کہ تربیت کا دور شروع ہو گیا ہے اسے بچہ سمجھ کر اس سے غفلت نہ برتنا بلکہ آج سے ہی اسے عبداللہ (خدا کا بندہ) بنانے کے لئے جدوجہد شروع کرنا لازم ہے۔

(۲) عَنْ سَمُرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلّی اللہ علیہ وسلّم اَلْغُلَامُ مُرْتَھَنٌ بِعَقِیْقَتِہٖ تُذْبَحُ عَنْہُ یَوْمَ السَّابِعِ وَیُسَمّٰی وَیُحْلَقُ رَأْسُہٗ (احمد، الترمذی)

ترجمہ - حضرت سمرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچے کی طرف سے یہ ضروری ہے کہ ساتویں دن اس کی طرف سے عقیقہ کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے اور اس کا سر منڈوایا جائے۔

تشریح - عقیقہ ایک قسم کا شکرانہ اور صدقہ ہے۔ اس سے بچے کے لئے دعا کی عام تحریک ہو جاتی ہے۔ نام رکھنا بھی خود تربیت کا ایک حصہ ہے۔ نام ایسا رکھنا چاہیئے جو ہر وقت نیکی کا محرک ثابت ہو۔ سر منڈوانے سے ظاہری طہارت کے علاوہ نئی جسمانی و روحانی تربیت کی ذمہ داریوں کی طرف بھی اشارہ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ بالوں کے وزن کے برابر چاندی بطور صدقہ دے دی جائے۔ یہ سب امور دعاؤں کے لئے کوشش کے علاوہ ماں باپ کو تربیت کی طرف متوجہ کرنے والے ہیں ٭

<u>تردید الحاد و دہریت</u>

دلائل ہستی باری تعالیٰ

اس سوال کا جواب کہ خدا مادی آنکھوں سے کیوں نظر نہیں آتا؟

(سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی میرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ کے قلم سے)

اس زمانہ میں عقائد و ایمانیات پر جو مادی دنیا نے اعتراضات کئے ہیں ان میں سے سب سے بڑا مسئلہ انکارِ ذاتِ باری ہے۔ مشرک گو خدا کا شریک بناتا ہے لیکن کم سے کم خدا تعالیٰ کے وجود کا تو قائل ہے۔ دہریہ بالکل ہی انکاری ہے۔ موجودہ سائنسوں نے ہر چیز کی بنیاد مشاہدات پر رکھی ہے اس لئے دہریہ سوال کرتے ہیں کہ اگر کوئی خدا ہے تو ہمیں دکھاؤ، ہم بغیر دیکھے کے اسے کیونکر مان لیں؟ چونکہ اس وقت کی ہوا نے اکثر نوجوانوں کے دلوں میں اس پاک ذات کے نقش کو مٹا دیا ہے اور کالجوں کے سینکڑوں طالب علم اور بیرسٹر وغیرہ وجودِ باری کے منکر ہو رہے ہیں اور ان کی تعداد روز افزوں ہے اور ہزاروں آدمی ایسے پائے جاتے ہیں جو بظاہر قوم و ملک کے خوف سے اظہار تو نہیں کرتے لیکن فی الحقیقت اپنے دلوں میں وہ خدا پر کچھ یقین نہیں رکھتے اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے تو میں اس پر ایک چھوٹا سا ٹریکٹ لکھ کر شائع کروں شاید کسی سعید روح کو اس سے فائدہ پہنچ جائے۔

دہریوں کا پہلا سوال یہ ہے کہ اگر خدا ہمیں دکھا دو تو ہم مان لیتے ہیں۔ مجھے اس سوال کے سننے کا کئی بار موقع ملا ہے لیکن ہمیشہ اس کے سننے سے حیرت ہوتی ہے۔ انسان مختلف چیزوں کو مختلف حواس سے پہچانتا ہے۔ کسی چیز کو دیکھ کر، کسی کو چھو کر، کسی کو سونگھ کر، کسی کو سن کر، کسی کو چکھ کر۔ رنگ کا علم دیکھنے سے ہو سکتا ہے، سونگھنے یا چھونے یا چکھنے سے نہیں۔ پھر اگر کوئی شخص کہے کہ میں تو رنگ کو تب مانوں گا کہ اگر مجھے اس کی آواز سنواؤ۔ تو کیا وہ شخص بیوقوف ہے یا نہیں؟ اسی طرح آواز کا علم سننے سے ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے فلاں شخص کی آواز دکھاؤ پھر میں دیکھ کر مانوں گا کہ وہ بولتا ہے تو کیا ایسا شخص جاہل ہوگا یا نہیں؟ ایسا ہی خوشبو سونگھ کر معلوم ہوتی ہے لیکن اگر کوئی شخص طلب کرے کہ اگر تم مجھے گلاب کی خوشبو چکھا دو تو تب میں مانوں گا تو کیا ایسے شخص کو دانا کہہ سکیں گے؟ اس کے خلاف چکھ کر معلوم کرنے والی چیزوں یعنی ترشی، شیرینی، کڑواہٹ، نمکینی کو اگر کوئی سونگھ کر معلوم کرنا چاہے تو کبھی نہیں کر سکتا پس یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو چیز سامنے نظر آئے

اُسے ہم مان لیں اور جو چیز سامنے نظر نہ آئے اُسے نہ مانیں ورنہ اِس طرح تو گلاب کی خوشبو، لیموں کی ترشی، شہد کی مٹھاس، صَبِر (ایلوا) کی کڑواہٹ، لوہے کی سختی، آواز کی خوبی سب کا انکار کرنا پڑے گا کیونکہ یہ چیزیں تو نظر نہیں آتیں بلکہ سونگھنے، چکھنے، چھونے اور سننے سے معلوم ہوتی ہیں۔ پس یہ اعتراض کیسا غلط ہے کہ خدا کو ہمیں دکھاؤ تب ہم مانیں گے۔ کیا یہ معترض گلاب کی خوشبو کو دیکھ کر مانتے ہیں یا شہد کی شیرینی کو؟ پھر کیا وجہ ہے کہ اللہ کی ذات کے متعلق شرط پیش کی جاتی ہے کہ دکھا دو تب مانیں گے؟

علاوہ ازیں انسان کے وجود میں خود ایسی چیزیں موجود ہیں کہ جن کو بغیر دیکھے کے وہ مانتا ہے اور اسے ماننا پڑتا ہے۔ کیا سب انسان اپنے دل، جگر، دماغ، انتڑیاں، پھیپھڑے اور تلی کو دیکھ کر مانتے ہیں یا بغیر دیکھے کے؟ اگر اِن چیزوں کو اس کے دکھانے کے لئے نکالا جائے تو انسان اُسی وقت مر جائے اور دیکھنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ یہ مثالیں تو میں نے اِس بات کی دی ہیں کہ سب چیزیں صرف دیکھنے سے ہی معلوم نہیں ہوتیں بلکہ پانچ مختلف حواس سے اُن کا علم ہوتا ہے۔

اب میں بتاتا ہوں کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا علم بلاواسطہ اِن پانچوں حواس سے بھی نہیں ہوتا بلکہ ان کے معلوم کرنے کا ذریعہ ہی اور ہے۔ مثلاً عقل، یا حافظہ یا ذہن، ایسی چیزیں ہیں کہ جن کا انکار دنیا میں کوئی بھی نہیں کرتا لیکن کیا کسی نے عقل کو دیکھا ہے یا سنا یا چکھا یا سونگھا یا چھوا ہے؟ پھر کیونکر معلوم ہوا کہ عقل کوئی چیز ہے یا حافظہ کا کوئی وجود ہے؟ پھر قوت ہی کو لے لو ہر انسان میں تھوڑی بہت قوت موجود ہے۔ کوئی کمزور ہو یا طاقتور مگر کچھ نہ کچھ طاقت ضرور رکھتا ہے مگر کیا قوت کو آج تک کسی نے دیکھا، یا سنا، یا چھوا، یا چکھا ہے؟ پھر کیونکر معلوم ہوا کہ قوت بھی کوئی چیز ہے؟ اِس بات کو ایک جاہل سے جاہل انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اِن چیزوں کو ہم نے اپنے حواس سے معلوم نہیں کیا بلکہ ان کے اثرات کو معلوم کر کے ان کا پتہ لگایا ہے۔ مثلاً جب ہم نے دیکھا کہ انسان مختلف مشکلات میں گھر کر کچھ دیر غور کرتا ہے اور کوئی ایسی تدبیر نکالتا ہے جس سے وہ اپنی مشکلات دُور کر لیتا ہے۔ جب اِس طرح مشکلات کو حل ہوتے ہوئے ہم نے دیکھا تو یقین کر لیا کہ کوئی چیز ایسی انسان میں موجود ہے جو اِن موقعوں پر اس کے کام آتی ہے اور اِس چیز کا نام ہم نے عقل رکھا۔ پس عقل کو بلاواسطہ ہم نے پانچوں حواس میں سے کسی سے بھی دریافت نہیں کیا بلکہ اس کے کرشموں کو دیکھ کر اس کا علم حاصل کیا۔ اِسی طرح جب ہم نے انسان کو بڑے بڑے بوجھ اُٹھاتے دیکھا تو معلوم کیا کہ اس میں کچھ ایسا مادہ ہے کہ جس کی وجہ سے یہ بوجھ اُٹھا سکتا ہے، اپنے سے کمزور چیزوں کو قابو کر لیتا ہے، اور اس کا نام قوت یا طاقت رکھ دیا۔

اِسی طرح جس قدر لطیف سے لطیف اشیاء کو لیتے جاؤ گے اُن کے وجود انسانوں کی نظروں سے غائب ہی نظر آئیں گے اور ہمیشہ ان کے وجود کا پتہ ان کے اثر سے معلوم ہوگا نہ کہ خود انہیں دیکھ کر یا سونگھ کر یا چکھ اور چھو کر۔

پس اللہ تعالیٰ کی ذات جو الطاف سے الطف ہے اس کے علم حاصل کرنے کے لئے ایسی ایسی قیدیں لگانی کس طرح جائز ہو سکتی ہیں کہ آنکھوں سے دیکھے بغیر اُسے نہیں مانیں گے۔ کیا بجلی کو کبھی کسی نے دیکھا؟ پھر کیا کسی الیکٹرسٹی کی مدد سے جو تار خبریں پہنچتی ہیں یا مشینیں چلتی ہیں یا روشنی کی جاتی ہے اس کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ ایتھر کی تحقیقات نے فزیکل علوم کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے لیکن کیا اب تک سائنس کے ماہرین اس کے دیکھنے، سُننے، سُونگھنے، چھُونے یا چکھنے کا کوئی ذریعہ نکال سکے؟ لیکن اس کا وجود نہ مانیں تو پھر یہ بات حل ہی نہیں ہو سکتی کہ سورج کی روشنی دنیا میں پہنچتی کیونکر ہے پس کیسا ظلم ہے کہ اِن شواہد کے ہوتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ خدا کو دکھاؤ تو ہم مانیں گے۔ اللہ تعالیٰ نظر تو آتا ہے لیکن انہیں آنکھوں سے جو اس کے دیکھنے کے قابل ہیں۔ ہاں اگر کوئی اس کے دیکھنے کا خواہشمند ہو تو وہ اپنی قدرتوں اور طاقتوں سے دنیا کے سامنے ہے اور باوجود پوشیدہ ہونے کے سب سے زیادہ ظاہر ہے۔ قرآن شریف میں اِس مضمون کو نہایت ہی مختصر لیکن بے نظیر پیرایہ میں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے کہ نظریں اُس تک نہیں پہنچ سکتیں بلکہ وہ نظروں تک پہنچتا ہے اور وہ لطیف اور خبردار ہے۔ اِس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اِس طرف متوجہ کیا ہے کہ تیری نظر اِس قابل نہیں کہ خدا کی ذات کو دیکھ سکے کیونکہ وہ تو لطیف ذات ہے اور لطیف اشیاء تو نظر نہیں آتیں جیسا کہ قوت ہے، عقل ہے، رُوح ہے، بجلی ہے، ایتھر ہے یہ چیزیں کبھی کسی کو نظر نہیں آتیں پھر خدا کی لطیف ذات تک انسان کی نظریں کیسے پہنچ سکتی ہیں۔ ہاں پھر خدا کو لوگ کس طرح دیکھ سکتے ہیں اور اس کی معرفت کے حاصل کرنے کا کیا طریق ہے؟ اس کا جواب دیا کہ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ یعنی وہ خود نظروں تک پہنچتا ہے اور باوجود اس کے کہ نظرِ انسانی کمزوری کی وجہ سے اس کی کُنہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ وہ اپنی طاقت اور قوت کے اظہار سے، وہ اپنی صفاتِ کاملہ کے جلوے سے اپنا وجود آپ انسان کو دکھاتا ہے اور گو نظرِ انسانی اس کے دیکھنے سے قاصر ہے مگر وہ اپنا وجود اپنی لا انتہا قوتوں اور قدرتوں سے مختلف پیرایوں میں ظاہر کرتا ہے کبھی قہری نشانوں سے کبھی انبیاء کے ذریعہ سے کبھی آثارِ رحمت سے اور کبھی قبولیتِ دعا سے۔

اب اِس بات کے ثابت کر چکنے کے بعد کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ماننا اس بات پر منحصر کیا جائے کہ ہم اسے دکھا دیں اور سوائے دیکھنے کے کسی چیز کو مانا ہی نہ جائے تو دُنیا کی قریباً ہے اشیاء کا انکار کرنا پڑیگا اور بعض فلاسفروں کے قول کے مطابق تو کل اشیاء کا کیونکہ ان کا مذہب ہے کہ دنیا میں کوئی چیز نظر نہیں آتی بلکہ صرف صفات ہی نظر آتی ہیں۔ میں اِس طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ کون سے دلائل ہیں جن سے وجودِ باری تعالیٰ کا پتہ لگتا ہے اور انسان کو یقین ہوتا ہے کہ میرا خالق کوئی اور ہے اور میں ہی اپنا خالق نہیں ؛ (باقی آئندہ)

کیا یہی وقتِ ظہورِ مہدیٔ معہود ہے؟

(محترم جناب عبدالمنان صاحب ناہید)

دیدہ و دل بھی خرد بھی نُطق بھی موجود ہے
آدمی میں آدمیت کس لیئے مفقود ہے

نوعِ انسانی کو لے آئی کہاں تہذیبِ نَو
ذہن پر زن حکمراں ہے اور زر معبود ہے

دَورِ حاضر کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر گئی
رنگ و رونق کی دھنک دل پر مثالِ دُود ہے

حُسن کی محفل ہے آدابِ حیا سے بے خبر
عزّت و ناموس و غیرت کی فضا نابود ہے

کون اب آبِ صداقت سے نکھاریگا اسے
جس ردائے شوق کا باطل ہی تار و پود ہے

ہیں زمیں پر زلزلے سیلاب طوفاں آندھیاں
عرش پر ذکرِ شہود و شاھد و مشہود ہے

حُرمتِ کعبہ پہ ہے ناپاک نظروں کا ہجوم
تاک میں پھر ابرہہ کی سعیٔ نامسعود ہے

کیوں نگارِ شب ہے محوِ آئینہ بدرِ تمام
کیا یہی وقتِ ظہورِ مہدیٔ معہود ہے!

چاند اور سورج ہوئے کس کے لیئے تاریک تار
اور پھر "اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا" سے کیا مقصود ہے

حرج کی کچھ بات انکارِ خلافت میں نہیں!
یہ اگر سچ ہے تو پھر ابلیس کیوں مردود ہے

آج پھر اہلِ حرم پر ابتلا کا وقت ہے
آج پھر ارضِ حرم کا راستہ مسدود ہے

آج پھر یا رب کسی گلزار کی تخلیق کر
"آگ ہے اولادِ ابراہیم ہے نمرود ہے" (اقبال)

حضرت مسیح ناصری کی صلیبی موت

عقیدۂ نصاریٰ کے بطلان پر زبور کی شہادت

(محترم جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی فاضل درویش قادیان)۔

مکرم مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری ایڈیٹر الفرقان ربوہ نے نصاریٰ کے عقیدہ حضرت مسیح ناصریؑ کی صلیبی موت کے بطلان پر دس دلائل پیش کر کے عیسائی حضرات پر اتمام حجت کر دیا ہے۔ ان کا یہ مضمون اپنی جگہ مکمل ہے۔ میں بھی اس سلسلہ میں کچھ مزید حقائق زبور سے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

عرض ہے کہ حضرت مسیح ناصری اور آپ کی قوم کے درمیان ہونے والی کشمکش اور صلیبی واقعہ کا ذکر بطور پیشگوئی بہت عرصہ قبل حضرت داؤد علیہ السلام کی زبانی ان کی زبور میں مذکور تھا۔ یہ بتایا گیا تھا کہ مسیح کے دشمن ان کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ زبور میں صاف الفاظ میں حضرت مسیح کے صلیبی واقعہ کی طرف جا بجا ارشادات موجود ہیں۔

(۱) زبور میں لکھا تھا کہ صادق مسیح کی حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ اپنی طرف سے فرشتے بھیجے گا۔

(۲) ...

تھا وہ بعینہٖ وہی تھا جو حضرت داؤدؑ نے اُن کے صلیبی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کے لئے بطور دعا فرمایا تھا۔

(۳) یہ بھی لکھا تھا کہ اس بارہ میں صادق مسیح کی دعا سُنی جائے گی اور قبولیت کے بعد انہیں صلیبی موت سے بچا لیا جائے گا اور وہ زندہ اُتار لئے جائیں گے۔

(۴) اس میں یہ بھی مذکور تھا کہ صلیب سے زندہ اُتارے جانے کے بعد اُن کی کوئی بھی ہڈی توڑی نہ جائیگی۔ گویا ان کی جان کی سلامتی کی خبر دی گئی تھی۔

(۵) یہ بھی بتایا گیا تھا کہ وہ قبر میں زندہ ہی داخل ہونگے اور زندہ ہی اس میں سے نکل آئیں گے۔ ان کے زخموں کے سڑنے کی نوبت نہ آئے گی۔ گویا وہ علاج معالجہ سے صحت یاب ہو جائیں گے۔

پس یہ واضح طور پر بتایا گیا تھا کہ صادق مسیح پر صلیبی

ناکام و نامراد رہیں گے اور وہ اسے صلیب کے ذریعہ سے مار نہ سکیں گے اور نہ ان کو کاذب مسیح ثابت کر سکیں گے۔ خدا تعالیٰ ان کو اس لعنتی موت سے بچا کر صادق مسیح ثابت کر دے گا۔

واقعہ صلیب کے بعد اناجیل میں مسیح کے وجود میں ان پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا ذکر صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ان میں یہ بتایا ہے کہ حضرت داؤد کی یہ پیشگوئیاں پوری ہونی ضروری تھیں اور وہ مسیح کے وجود میں پوری ہوئیں۔ وہ لعنتی موت سے بچا لیے گئے اور یہود ناکام رہے اور مسیح کی صداقت روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو گئی اور یہ واضح ہو گیا کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے اور سچے مسیح تھے۔ آپ کا دعویٰ جھوٹا نہ تھا۔

اگر ان کو اس لعنتی موت سے بچایا نہ جاتا تو اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ ان کا دعویٰ جھوٹا ثابت ہو جاتا اور نہ صرف اسی قدر بلکہ یہ بھی ظاہر ہو جاتا کہ نعوذ باللہ وہ شیطان کی طرح ملعون ہیں اور خدا تعالیٰ کے حضور سے دھتکارے ہوئے ہیں۔ اب میں یہاں زبور کی پیشگوئیوں اور ان کے ساتھ انجیلی تصدیقات کو درج کر دیتا ہوں۔

اوّل۔ زبور میں لکھا تھا کہ :۔

"وہ مجھے تاکتے اور گھورتے ہیں۔ وہ
میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں اور
میری پوشاک پر قرعہ ڈالتے ہیں"

(زبور ۲۲/۱۶-۱۸)

انجیل میں اس بارہ میں لکھا ہے :۔

(الف) "انہوں نے اسے مصلوب کیا

کہ کس کو کیا ملے انہیں بانٹ لیا"

(مرقس ۱۵/۲۴)

(ب) لوقا ۲۳/۳۳ میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے جس سے ظاہر ہے کہ انجیل نویسوں نے یہ بتانا چاہا ہے کہ زبور کے مذکورہ بیان کا تعلق مسیح سے تھا اور انہیں کے ذریعہ سے وہ پورا ہوا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ داؤد کو ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا تھا درحقیقت ان کا اشارہ مسیح کے واقعہ کی طرف تھا۔

دوم۔ زبور میں لکھا تھا :۔

(الف) "بدکاروں کا گروہ مجھے گھیرے ہوئے ہے۔ وہ میرے ہاتھ اور پاؤں چھیدتے ہیں۔ میں اپنی سب ہڈیوں کو گن سکتا ہوں"

(زبور ۲۲/۱۶-۱۸)

(ب) "صادق کی مصیبتیں بہت ہیں لیکن خداوند
اس کو ان سب سے رہائی بخشتا ہے۔
وہ اس کی سب ہڈیوں کو محفوظ رکھتا ہے
ان میں سے ایک بھی توڑی نہیں جاتی۔"

(زبور ۳۴/۱۹-۲۰)

ان عبارتوں میں بتایا گیا تھا کہ مسیح کو گرفتار کر کے ان کو صلیب پر لٹکانے کے لئے ان کے ہاتھ پاؤں کیلوں کے ذریعہ سے چھیدے جائیں گے مگر پھر ان کو زندہ ہی اتار لیا جائے گا اور اتارنے کے بعد ان کی کوئی ہڈی نہ توڑی جائے گی تاکہ ان کی جان

یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ حضرت داؤد کو صلیب کا واقعہ پیش نہ آیا تھا اور نہ ہی ان کی کسی ہڈی کے توڑے جانے کا کوئی موقع پیدا ہوا تھا اور نہ ہی ان کے ہاتھ پاؤں چھیدے گئے تھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کے اس بیان کا تعلق آئندہ ہونے والے اس واقعہ سے تھا جو مسیح کو پیش آنے والا تھا جس میں ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے چھیدے جانے کی نوبت آنے والی تھی اور ان کو صلیب پر لٹکایا جانا تھا۔ سو وہ ان کے ذریعہ سے پورا ہو گیا۔

سوم۔ زبور میں موجود ہے کہ :-

"تو نے حق کو اپنا مسکن بنا لیا ہے تجھ پر کوئی آفت نہیں آئے گی اور کوئی وبا تیرے خیمہ کے نزدیک نہ پہنچے گی کیونکہ وہ تیری بابت اپنے فرشتوں کو حکم دے گا کہ تیری سب راہوں میں تیری حفاظت کریں۔ وہ تجھے اپنے ہاتھوں پر اٹھا لینگے تا کہ ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھیس لگے۔ چونکہ اس نے مجھ سے دل لگایا ہے اسلئے میں اسے چھڑاؤں گا میں اسے سرفراز کروں گا کیونکہ اس نے میرا نام پہچان لیا۔ وہ مجھے پکارے گا اور میں اسے جواب دوں گا میں مصیبت میں اس کے ساتھ رہوں گا۔ میں اسے چھڑاؤں گا اور عزت بخشوں گا۔ میں اسے عمر کی درازی سے آسودہ کروں گا اور اپنی نجات اسے دکھاؤں گا" (زبور ۹۱: ۹-۱۶)

حفاظت کے اس وعدہ کے متعلق شیطان کی مسیح کے سامنے یاد دہانی کی تصدیق اناجیل میں اس طرح آئی ہے:

(الف) "تب ابلیس اسے مقدس شہر میں لے گیا اور ہیکل کے کنگورے پر کھڑا کر کے اس سے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں نیچے گرا دے کیونکہ لکھا ہے کہ وہ تیری بابت اپنے فرشتوں کو حکم دے گا اور وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھا لیں گے۔" (متی ۴: ۵-۶)

(ب) پھر لکھا ہے کہ شیطان

"اسے یروشلم میں لے گیا اور ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے اس سے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں یہاں سے نیچے گرا دے کیونکہ لکھا ہے کہ وہ تیری بابت اپنے فرشتوں کو حکم دے گا کہ تیری حفاظت کریں اور یہ بھی کہ وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھا لیں گے۔" (لوقا ۴: ۹-۱۱)

حضرت مسیح نے شیطان کی ذکر کردہ پیشگوئی سے انکار نہیں کیا اگر خدا تعالیٰ کا امتحان لینے کے لئے تیار نہ ہوئے بہرحال زبور میں کہا گیا ہے کہ اگر مسیح پر ہلاکت خیز آفت آئی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ انہیں بچائے گا۔

چہارم۔ حضرت داؤد کی زبانی زبور میں ان کی یہ دعا بھی موجود تھی :-

"اے میرے خدا! اے میرے خدا
تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" (زبور ۲۲: ۱)

یہ ایلی ایلی لما سبقتنی کا ترجمہ ہے اور یہی وہ فقرہ ہے جو مسیح نے بعد میں صلیب پر خدا تعالیٰ سے مخاطب ہو کر بطور دعا کہا تھا۔ چنانچہ انجیل میں لکھا ہے:-

"دوپہر سے لیکر تیسرے پہر تک تمام
ملک میں اندھیرا چھایا رہا اور تیسرے
پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے
چلا کر کہا ایلی ایلی لما سبقتنی
یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا
تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔" (متی ۲۷/۴۶)

نیز دیکھیں (مرقس ۱۵/۳۴)

اس طرح مسیح نے خود اس امر کی تصدیق کر دی کہ داؤد کے مزمور میں صلیبی واقعہ اور پھر صلیبی موت سے بچنے کے جس وعدہ کا ذکر تھا اس کا تعلق میرے ساتھ ہے اور وہ واقعہ مجھے پیش آ گیا ہے لہٰذا اس صلیبی موت کے متعلق میری دعا قبول ہو کر اس سے بچاؤ بھی یقینی ہے۔ بچاؤ کے متعلق یہ اعلان عین صلیب پر حضرت داؤد کی پیشگوئیوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔ اس میں یہ صراحت بھی کہ اے یہودیو! تم مجھے صلیب پر ہرگز مار نہیں سکتے کیونکہ میری جان کی سلامتی کا وعدہ پہلے سے موجود ہے اس کا پورا ہونا ضروری ہے۔ یہ یہود کی نااہلیت تھی کہ وہ اس کا مقصد پھر بھی نہ سمجھ سکے۔ یہود سے بڑھ کر نصاریٰ کی نااہلیت ظاہر ہے کہ وہ ان تمام واقعات کی تصدیق اناجیل میں پا کر بھی یہود کی موافقت کا دم بھر کر عداوتِ مسیح پر کمربستہ ہیں۔ وہ نہیں سوچتے کہ وہ از روئے اناجیل صادق مسیح کو اس لعنتی موت کے ذریعہ سے کاذب ثابت کرنے کے لئے یہود کی تائید کر رہے ہیں۔

پنجم۔ زبور میں مسیح کی صلیب پر کی دعا کی قبولیت کی نمایاں پیشگوئی کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں موجود ہے:-

"اس نے نہ تو مصیبت زدہ کی مصیبت
کو حقیر جانا اور اس سے نفرت کی۔ نہ
اس سے اپنا منہ چھپایا بلکہ جب اس
نے خدا سے فریاد کی تو اس نے
سن لی۔" (زبور ۲۲/۲۴)

اس میں بتایا گیا تھا کہ صلیبی واقعہ کے پیش آنے پر مسیح خدا تعالیٰ سے اس موت کے واقع ہونے سے بچنے کے لئے دعا کریں گے اور وہ اُن کی دعا سن لے گا اور ان کو موت سے بچا لے گا۔ یہ بات قطعی حتمی اور یقینی ہے اس میں ہرگز تخلف نہ ہوگا اور وہ صلیب پر فوت نہ ہوں گے۔

چنانچہ مسیح نے اس موقع پر خدا تعالیٰ سے دعا کی۔ ضرور تھا کہ وہ دعا سنی جاتی۔ سو وہ سنی گئی اور وہ بچا لئے گئے اور صلیبی موت اُن پر وارد نہ ہوئی۔ بے شک صلیبی واقعہ کی وجہ سے ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی اور مصلحت وقت کی بنا پر ان کی زندگی کا اخفا کیا گیا مگر موقع ملنے پر صاف اقرار کیا گیا کہ وہ صلیب پر سے زندہ اتار لئے گئے تھے۔

زبور کی اس پیشگوئی کے پورا ہو جانے کے بارہ میں اناجیل میں تصدیق درج ہے اور اس امر کو تسلیم کیا گیا کہ وہ دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں صلیبی موت سے صاف بچا لئے گئے تھے۔ لکھا ہے:-

"اس نے بشریت کے دنوں میں زور زور سے

پکار کر اور آنسو بہا بہا کر اس سے دعائیں
اور التجائیں کیں جو اس کو موت سے
بچا سکتا تھا اور خدا ترسی کے
سبب سے اس کی سنی گئی۔"
(عبرانیوں ۵/۷)

اس سے بڑھ کر مسیح کی دعا کی قبولیت اور بغیر صلیبی موت سے بچائے جانے کا اور کیا اعلان ہو سکتا تھا؟ موت سے بچائے جانے کا صاف اقرار ہے۔ ایسے اقراری اعلان کا انکار کرنا مسیحی صاحبان کی ذہنیت ہی کا کام ہے۔ ایک معمولی عقل کا آدمی بھی اس اعلان کو دیکھ کر اس کی حقیقت کو بخوبی جان سکتا ہے مگر افسوس کہ عیسائیوں کی عقل کی اس حقیقت تک رسائی نہیں ہے۔

ششم۔ حضرت داؤدؑ کی زبور میں یہ بھی اشارۃً ذکر تھا کہ مسیح کو صلیب سے زندہ ہی اتار لیا جائے گا اور زندہ ہی قبر میں برائے علاج رکھا جائے گا اور وہ جلد صحتیاب ہو کر زندہ ہی وہاں سے نکل آئیں گے اور وہاں سے کسی اور علاقہ کی طرف ہجرت کر جائیں گے۔ لکھا ہے:-

"میرا جسم بھی امن و امان میں رہے گا
کیونکہ تو نہ تو میری جان کو پاتال میں
رہنے دیگا نہ اپنے مقدس کو سڑنے
دیگا۔ تو مجھے زندگی کی راہ دکھائے گا۔"
(زبور ۱۶/۹-۱۱)

زبور کے اس حوالہ سے حسب ذیل امور ظاہر ہیں:-

(الف) مسیح جو گویا ایک طرح داؤدؑ ہی کا وجود ہونگے واقعہ صلیب میں زندہ رہیں گے اور اس کے بعد زمین کے اندر قبر میں رکھے جائیں گے۔

(ب) وہ قبر میں زندہ داخل ہوں گے

(ج) ان کا جسم بھی قبر میں محفوظ رہے گا اور ان کے زخموں کے سڑنے کی نوبت نہ آسکے گی اور وہ جلد صحتیاب ہو جائیں گے۔

(د) ان کی جان بھی سلامت رہے گی اور وہ زندہ ہی وہاں سے نکل آئیں گے۔

(ہ) وہاں سے نکلنے کے بعد خدا تعالیٰ ہجرت کے لئے ان کی راہنمائی فرمائے گا اور ان کو بتائے گا کہ وہ وہاں سے کس طرح بچ کر نکل سکتے ہیں اور کس طرح ہجرت کر سکتے ہیں اور کہاں اپنی زندگی گزار سکتے ہیں۔ آخری فقرہ میں قبر سے نکلنے کے بعد ان کی ہجرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مسیح نے یہود کو ان کے نشان کے مطالبہ پر صاف کہہ دیا تھا کہ ان کو یونس نبی والا نشان دکھایا جائے گا۔ جس طرح یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہوئے اور زندہ ہی رہے اور زندہ ہی اس میں سے نکلے تھے اسی طرح وہ بھی صلیب سے بچ کر قبر میں زندہ داخل ہوں گے اور اس میں سے زندہ ہی نکلیں گے۔ (متی ۱۲/۴۰)

اس وقت یہود ان کے اس اشارہ کو نہ سمجھ سکے اور عیسائی اب تک اسے سمجھنے سے عاجز ہیں اور ان کے اس نشان کو جو ان کی صداقت کا عظیم الشان نشان تھا اپنی غلط فہمی سے باطل قرار دیکر یہود کے ہمنوا بن رہے ہیں۔

اسی طرح ہجرت کے متعلق انہوں نے اپنے حواریوں

کو یہ اشارہ دیا تھا کہ میری اور بھی بھیڑیں ہیں جو اس بھیڑ خانہ کی نہیں مجھے ان کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف لانا ہے۔

(یوحنا ۱۰/۱۶)

سو اس کے مطابق مسیح کے لئے یہ ضروری تھا کہ وہ زندہ رہتے اور وہاں سے ہجرت کر کے اپنی دیگر بھیڑوں کی طرف ان کے علاقوں میں نکل جاتے سو ایسا ہی وقوع میں آیا اور خدا تعالیٰ کی باتیں پوری ہو کر حق کا غلبہ اور باطل کی شکست ظاہر ہوئی۔

غرضیکہ زبور میں مسیح کی حفاظت اور صلیبی موت سے بچائے جانے اور دیگر متعلقہ امور کے بارہ میں جو پیشگوئیاں پہلے سے موجود تھیں ان کے متعلق ایک ایک کر کے انجیل نویسوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ وہ سب مسیح کے وجود میں پوری ہو گئیں۔ بے شک ان کو صلیب پر مارنے کے لئے انتہائی کوشش کی گئی تھی مگر خدا تعالیٰ نے ان کی راستبازی اور خدا ترسی کی وجہ سے انہیں بچا کر دشمنوں کو ان کے منصوبوں اور ارادوں میں ناکام کر دیا۔ زبور میں یہ کہیں بھی نہیں آیا کہ صادق مسیح کو جو خطرناک حادثہ پیش آئے گا وہ جان لیوا ثابت ہوگا اور وہ اس میں وفات پا جائیں گے اور پھر تین دن کے بعد زندہ ہو جائیں گے بلکہ اس کی بجائے یہ لکھا تھا کہ خدا تعالیٰ ان کو اس صلیبی موت سے بچا لے گا اور عزت دیگا۔ اس کی طرف قرآن کریم نے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے الفاظ میں اشارہ کیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس وعدہ کو پورا کر دیا اور دشمن کامیاب نہ ہو سکا۔

اگر خدانخواستہ مسیح اس لعنتی موت سے مر جاتے تو اس کے صاف یہ معنے ہوتے کہ نہ صرف یہ کہ خود مسیح کی اپنی پیشگوئیاں اس بارہ میں غلط نکلیں بلکہ حضرت داؤدؑ کی پیشگوئیاں بھی سچی ثابت نہ ہوتیں اور اس طرح ان دونوں اسرائیلی بزرگ ہستیوں کی صداقت مشتبہ ہو جاتی۔

پس عیسائی حضرات کے لئے اس میں لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ مسیح کی صلیبی موت کے اعتقاد کے ذریعہ سے مسیح کے دشمنوں کی ہاں میں ہاں ملا کر مسیح کی صداقت کو مشتبہ کر رہے ہیں اور یہ مسیح کے ساتھ محبت نہیں بلکہ شدید عداوت ہے۔

علاوہ ازیں ایک اور بات بھی قابلِ توجہ ہے اور وہ یہ کہ اگرچہ زبور والی مندرجہ بالا پیشگوئیاں مسیح کے متعلق تھیں مگر حضرت داؤدؑ نے ان کو اس طرح بیان کیا ہے کہ گویا وہ خود ان کی اپنی ذات کے متعلق ہیں بیشک پیشگوئیوں میں بعض جگہ خود داؤدؑ کا ذکر آیا ہے مگر اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح کا مشن دراصل ان کا اپنا ہی مشن ہے کیونکہ مسیح کا وجود کوئی الگ وجود نہیں بلکہ وہ داؤدؑ کے درخت کی ایک شاخ ہے۔

اگرچہ صلیب کا واقعہ داؤدؑ کو پیش نہیں آیا بلکہ مسیح کو پیش آیا ہے مگر داؤدؑ کو بھی دشمنوں کے ساتھ غیر معمولی واسطہ پڑا ہے اور ان کی وجہ سے ان کی جان بھی جوکھوں میں پڑی رہی لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی اور انہیں ان کے جانی دشمنوں کے منصوبوں سے صحیح و سالم نکال لیا اور وہ انہیں ہلاک کرنے پر قادر نہ ہو سکے بلکہ داؤدؑ نے طبعی وفات پائی۔

اسی طرح صادق مسیح کے لئے بھی مقدر تھا کہ وہ دشمنوں کے منصوبوں کے نتیجہ سے بچایا جائے گا۔ سو اللہ تعالیٰ نے انہیں داؤد کی طرح ان کے دشمنوں کے شکنجوں سے محفوظ نکال لیا اور ان کو ذلت کی موت سے بچا کر عزت رفعت عطا فرمائی۔

اناجیل نے پورے وثوق کے ساتھ زبور کی مذکورہ بالا پیشگوئیوں کی تصدیق کرتے ہوئے دنیا کو اپنی طرف سے یقین دلانے کی کوشش کی کہ مسیح صلیب پر نہیں مرے بلکہ وہ اس سے زندہ بچا لئے گئے اور پھر وہاں سے ہجرت کے ذریعہ اپنے مشن پر روانہ ہو گئے جس کے متعلق انہوں نے واقعہ صلیب سے قبل اپنے حواریوں کو اشارات کر دیئے تھے اور جس کی طرف داؤد کے صحیفہ میں بھی اشارہ موجود تھا کہ خدا اسے زندگی کی راہ دکھائے گا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

اللہ تعالیٰ

(الاستاذ محمد عثمان الصدیقی ایم۔ اے۔ ربوہ)

اَللّٰهُ حَيٌّ وَّ قَيُّوْمٌ وَّ رَحْمَانُ — وَاللّٰهُ رَبٌّ وَّ ذُوْ فَضْلٍ وَّ مَنَّانُ
لَهُ بِحُسْنٍ وَّ اِحْسَانٍ وَّ جَبَرُوْتٍ — فِيْ كُلِّ شَيْءٍ نَّرَاهُ ظَاهِرٌ شَانُ
اِيَّاهُ يَحْمَدُ كُلُّ الشَّيْءِ فِيْ كَوْنٍ — مَلَكٌ وَّ جِنٌّ وَّ حَيَوَانٌ وَّ اِنْسَانُ
اِلٰهُ خَلْقٍ وَّ مَعْبُوْدٌ هُوَ اللّٰهُ — لَنَا بِذٰلِكَ اِيْقَانٌ وَّ اِيْمَانُ
لَهُ عَلَى الْخَلْقِ لُطْفٌ مَّا لَهُ حَدٌّ — وَمَا عَلَيْهِمْ لِفَضْلٍ مِّنْهُ حُسْبَانُ
مِنْ نُّوْرِ رَبِّيْ قَدِ امْتَلَأَ الْوَرٰى طُرًّا — بَرٌّ وَّ بَحْرٌ وَّ قِيْعَانٌ وَّ عُمْرَانُ
فِيْ كُلِّ نَجْمٍ وَّ فِيْ شَمْسٍ وَّ فِيْ بَدْرٍ — لِلّٰهِ حُسْنٌ وَّ فِيْهَا مِنْهُ لَمَعَانُ
بِرَحْمَةٍ [illegible] مِنْ اَزَلٍ اِلٰى اَبَدٍ — جَارٍ عَلَى الْخَلْقِ بِالْاَلْطَافِ فَيَضَانُ
هُوَ اللَّطِيْفُ وَحَاشَا اَنْ يُّحِيْطَ بِهِ — شَيْءٌ مُّحِيْطٌ مَكَانَاتٌ وَّ اَزْمَانُ
لَهُ مِنَ الْاٰيِ اٰلَافٌ فَاٰلَافٌ — مِنْهَا كِتَابٌ رَّفِيْعُ الْقَدْرِ قُرْاٰنُ

اَللّٰهُ حِبٌّ حَقِيْقٌ لِّيْ وَّ فِيْ صَدْرِيْ
[illegible]

خطاب بہ خویشتن

(حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب خاکی مرحوم بی۔اے راولپنڈی)

زربّ خود چو خواہی دلنوازی … قدم زن بر طریقِ پاکبازی
زنی دستِ طلب گر بر درِ حق … ترا آید میسّر کارسازی
شوی قائم چو بر صدق و حقیقت … رہی از دستِ افسونِ مجازی
حرم محرم کند از رازِ ہستی … نگہداری چو پیمانِ حجازی
نسازد ہیچ کس با تو در عالم … اگر تو با خدائے خود نہ سازی
ندیمی کارِ بازی و ظرافت … حکیمی، بگذر از بذلہ طرازی
تکبّر در حضیض است از دنائت … تواضع بر است حاصل سرفرازی
بہ قلبِ صافی و عشقِ محمّد … شود آساں لغت ہائے حجازی
بیابی بہرہ از کامرانی … اگر تو در طلب زہرہ گدازی
مجازے با حضوری چوں حقیقت … نمازِ غافلی فعلِ مجازی
ترا ہر شب شبِ قدر است گر تو … بہ شب ہا در دعا جانت گدازی
حیاتِ تو در ایں وقفِ جدید است … بجو دروے بہ عمرِ خود درازی
نیرزد ہیچ غیر از صدق و اخلاص … اگر غازی نمائد ترکتازی
جہادِ وقت در کسرِ صلیب است … در ایں جنگِ مقدس باش غازی
ندارد ہیچ نسبت در تقابل … خرِ عیسیٰ بہ رہوارانِ تازی
تو بازی باختی در منزلِ عشق … بر ایں بازی اگر نازی چہ نازی
نیاز آور بہ پیشِ بے نیازے … پس آنگہ شکرِ توفیقِ نیازی
خدایا بر منِ مسکیں نگاہے … کہ رحمانی کریمی کارسازی
بہ مشتِ خاک باری ابرِ رحمت … زہے بخشش زہے بندہ نوازی
شوی محمود را مقبول خاکی

ایک عجیب تاریخی تبلیغی یادداشت

شدید مخالفت کے بعد پُرجوش عقیدت

حضرت حافظ سید عبدالوحید صاحب مرحوم آف کمرشیل ہاؤس کوہ منصوری کے قبولِ احمدیت کے حالات

[یہ تاریخی مضمون اخویم محترم جناب سید فضل الرحمٰن فیضی آف منصوری مرحوم نے کئی سال قبل تحریر فرمایا تھا جو پُرانے مسودات میں پڑا رہا۔ اس کی افادیت کے پیشِ نظر مضمون نگار جناب فیضی مرحوم کے لئے مغفرت اور بلندیٔ درجات کی دعا کے ساتھ ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے ——— (مدیر)]

تاریخی مباحثہ کوہ منصوری

سنہ ۱۹۰۹ء تک کوہ منصوری میں مقامی احمدیوں کی تعداد پانچ چھ افراد پر مشتمل تھی جو بالعموم ملازمت پیشہ تھے، [illegible] بظاہر خاموش [illegible] نہایت مخلص تھے۔ گرمیوں میں دو چار [illegible] دوست اور باہر سے آجاتے تو جماعت میں وقتی طور پر [illegible] پُرجوش تبلیغ کے سلسلہ میں اس وقت کے احمدیوں میں سے دو دوستوں کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں (۱) مکرم محمد علی صاحب (ابن میاں کلن خان صاحب) جو منصوری و ڈیرہ دون کے درمیانی قصبہ راجپور میں ہوٹل و ایجنسی کا کام کرتے تھے۔ (۲) مکرم عزیز الرحمٰن صاحبؓ بریلوی (بعد میں مہاجر قادیان) جو مہاراجہ صاحب کپورتھلہ کے ملازم تھے۔ اس ریاست کا ایک محل بنام "شاتو" منصوری میں ہے۔ گرمیوں میں مہاراجہ صاحب کے اسٹاف کے ساتھ سید عزیز الرحمٰن صاحب بھی منصوری پہنچ جاتے تھے۔ ان کی تبلیغ سے منصوری میں پہلے مکرم میاں محمد یامین صاحب مرحوم (تاجر کتب قادیان و ربوہ) اور ان کے بڑے بھائی مکرم میاں محمد یٰسین صاحب (مرحوم) احمدی ہوئے تھے۔ یہ دونوں بھائی اپنے متمول غیر احمدی والد کی شدید و سنگدلانہ مخالفت سے تنگ آکر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بحیثیت مہاجر قادیان چلے گئے تھے۔ ان کے احمدی ہوجانے کے بعد منصوری کی خاموش فضا میں جو مخالفت پھر اُٹھی اور بھڑکی تھی وہ بالآخر مباحثہ منصوری کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور بتائیدِ ایزدی احمدیت کو جلد پبلک میں صفِ اوّل میں لے آئی۔

یہ تاریخی مباحثہ ۱۵-۱۶ر نومبر ۱۹۰۹ء کو محل "شاتو" سے اُوپر ایک کوٹھی میں منعقد ہوا تھا۔ احمدیوں کی طرف سے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ، حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ، حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی اور حضرت میر قاسم علی صاحبؓ دہلوی معہ دو اور حضرات کے مولانا محمد علی [illegible]

کی قیادت میں منصوری تشریف لائے تھے۔ ان میں سے صدر مباحثہ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب اور مناظر حضرت میر قاسم علی صاحب دہلوی تھے۔ غیر احمدیوں کی طرف سے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے صدر المدرسین مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا محمد یحییٰ صاحب مدرس، مولانا حافظ عبد اللطیف صاحب مدرس اور مولانا حکیم خلیل الرحمان صاحب اتالیق شہزادگان امیر یعقوب خان صاحب (سابق فرمانروائے کابل، جو ڈیرہ دون میں نظر بند تھے) تین اور مولوی صاحبان کے ساتھ مباحثہ میں شریک ہوئے تھے۔ ان کی جانب سے صدر مباحثہ [illegible] صاحب [illegible] اور مناظر مولانا [illegible] صاحب تھے۔

ہمارے خاندان میں احمدیت

[illegible] "حیات و وفات مسیح" اور "صداقت مسیح موعود علیہ السلام" پر وہ دن ہوا تھا جو بفضلہ تعالیٰ احمدیت کے حق میں نہایت مؤثر و کامیاب ثابت ہوا۔ اس مباحثہ کے نتیجہ میں ہی احمدیت ہمارے خاندان میں آئی۔ سب سے پہلے ۱۹۱۱ء میں میرے بڑے چچا صاحب محترم حافظ سید عبد المجید صاحب مع اہل و عیال کے بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ پھر ان کی تبلیغ سے ۱۹۱۲ء میں میرے چھوٹے چچا صاحب مکرم حافظ سید عبد الحمید صاحب بھی مع اہل و عیال کے احمدی ہو گئے۔ ان کے بڑے بھائی یعنی میرے والد قبلہ حافظ سید عبد الوحید صاحب ابھی احمدی نہیں ہوئے تھے بلکہ بدستور علمائے زمانہ کے بڑے مداح و دلدادہ تھے اور دلی عقیدت سے ان کو نائب رسول کے مقام پر فائز سمجھتے تھے۔ ان حضرات کے زیر اثر ہی وہ کافی عرصہ احمدیت کے شدید ترین مخالف رہے۔ چنانچہ اپنے دونوں احمدی بھائیوں کو انہوں نے سختی سے کہہ رکھا تھا کہ "خبردار قادیانیت کی مجھ سے کبھی کوئی بات نہ کرنا" سلسلہ کی کتابیں پڑھنا تو درکنار، وہ انہیں ہاتھ لگانا بھی معصیت سمجھتے تھے۔ ان دنوں وہ نہایت شدید قسم کے مخالفِ سلسلہ تھے لیکن اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص فضل فرمایا تو ... مکہ معظمہ میں پہلے میں احمدی ہو گیا ... اور پھر ہندوستان میں دو سال بعد قبلہ والد صاحب بھی احمدی ہو گئے۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ۔

لیکن والد صاحب جو پہلے شدید ترین مخالفِ سلسلہ احمدیہ تھے وہ بھی احمدی کیونکر ہو گئے؟ اس کا جواب اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک عجیب داستان ہے جو ہمارے خاندانی پس منظر و چند بیرونی واقعات پر مشتمل ہے جن کو اختصار سے میں علی الترتیب ذیل میں پیش خدمت کرتا ہوں۔

ہمارا خاندانی پس منظر

ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ضلع بارہ بنکی میں سیدوں کی ایک بڑی بستی شاہی زمانہ سے عام مسلمانوں میں رُدَولی شریف کے نام سے مشہور چلی آئی ہے۔ ایک عرصہ کی بات ہے کہ وہاں کے سیدوں میں سے ایک بڑا خاندان اپنے ایک متقی و باکمال بزرگ کی سرکردگی میں ہجرت کر کے سہارنپور آ گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد ان بزرگ کا وہاں انتقال ہو گیا اور شہر کے شمالی قبرستان میں وہ دفن کئے گئے۔ ان بزرگ کا مزار "حاجی شاہ کمال" کے نام سے ایک شاہی طرز کی قبہ دار عمارت میں آج تک قائم ہے اور ہر سال وہاں عرس کا میلہ لگتا ہے۔ میرے دادا حاجی میراں کریم بخش صاحب ان ہی

بزرگ کی اولاد میں سے تھے اور بڑے نیک، متقی، دیندار حنفی المذہب تھے۔

غالباً ۱۸۶۲ء میں عالمِ جوانی میں دادا صاحب نے بسلسلۂ روزگار ڈیرہ دون و منصوری کی طرف رُخ کیا تھا اور ایک بڑے کارخانہ دار تاجر کے یہاں ان کو معقول جگہ مل گئی تھی۔ محنت، دیانتداری اور خدا ترسی سے کام کرنے کے سبب وہ ترقی کرتے ہوئے بالآخر جنرل مینجر ہوگئے تھے۔ دُنیا میں ترقی کے ساتھ ساتھ حاسدوں کی تعداد بھی بڑھ جاتی ہے چنانچہ جب اس کارخانہ کے مالک صاحب کا انتقال ہوا تو حاسدوں نے درپردہ اپنے تمام رذیل حربے استعمال کئے اور دادا صاحب پھر مجبوراً ملازمت سے علیحدہ ہوگئے۔

بعدازاں ۱۸۸۱ء میں انہوں نے منصوری میں پانصد روپے کے سرمایہ سے اپنی تجارتی فرم "ایم۔ایم۔کریم بخش اینڈ سنز" کے نام سے جاری کردی۔ نیکی، تقویٰ، دیانتداری و خوش معاملگی میں وہ پہلے سے ہی مشہور تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو تجارت میں دن دُگنی و رات چوگنی ترقی دی۔ پچیس سال کے بعد جب اُن کی وفات کا وقت قریب آیا تو بفضلہٖ تعالیٰ دینی و دنیوی نیک شہرت اور عزت کے ساتھ وہ منصوری و ڈیرہ دون میں ہندوستانیوں میں سے چوٹی کی فرم کے مالک تھے اور لاکھوں کی جائیداد منصوری، ڈیرہ دون اور سہارنپور میں انہوں نے اپنے بعد چھوڑی۔ دادا صاحب مکرم کی زندگی میں ہی میرے والد صاحب اور چچا صاحبان نے سارا کاروبار سنبھال لیا تھا اور خدا کے فضل سے پبلک میں اور اعلیٰ حکام میں ایک خاص وقعت اور اثر و رسوخ رکھتے تھے جس کو تا زیست ان خدا کے بندوں نے خدمتِ خلق کے لئے استعمال کیا، اپنے لئے کبھی نہیں۔ ۱۹۰۶ء میں دادا صاحب نے وفات پائی۔ ان کے چار سال بعد یعنی ۱۹۱۰ء سے ہمارا خاندان بھی احمدیت کی روحانی دولت سے بفضلہٖ تعالیٰ مستفیض ہونا شروع ہوگیا تھا۔

ذکرِ قادیانیت سے بیزاری

اپنی تجارتی فرم اور تمام جائیداد کے تینوں بھائی مشترک مالک تھے اور جہاں تک دنیاداری کا تعلق ہے قومی غیرت کے سبب تینوں بھائیوں نے باہمی اتفاق و اتحاد سے ہی اپنا کاروبار چلایا مگر دینی لحاظ سے فتاویٰ مولویان نے احمدی و غیر احمدی بھائیوں کے دلوں میں ایک زبردست خلش و احساسِ تفریق پیدا کردیا تھا جس کو دُور کرنے کا معقول اور سنجیدہ ذریعہ دنیا میں تبلیغ یا تبادلۂ خیالات ہی ہوتا ہے۔ مگر جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے حضرات مولوی صاحبان کے زیرِ اثر والد صاحب اس امر کے سخت مخالف تھے اور برداشت نہیں کرسکتے تھے کہ چچا صاحبان احمدیت کے بارے میں ان سے کوئی بات بھی کریں یا سلسلہ کی کوئی کتاب دیں۔ اپنے بڑے بھائی کے احترام میں گو چچا صاحبان نے بھی والد صاحب کو ڈائرکٹ یعنی بلا واسطہ تبلیغ نہیں کی مگر بالواسطہ تبلیغ کے ذریعہ اس کا تدارک کرتے رہے اور وہ اِس صورت سے کہ چچا صاحبان اکثر دوکان پر آنے جانے والوں کو خواہ وہ کسی مشرب و مرتبہ کے ہوں احمدیت کی تبلیغ کرتے رہتے تھے بعض اصحاب جب خصوصیت سے تبادلۂ خیالات کے لئے دوکان پر آجاتے تو پھر بالوضاحت احمدیت کا ذکر چھڑ جاتا اور خوب تبلیغ ہوتی۔ آستہ آستہ دن کی تبلیغی آوازیں والد صاحب کے کانوں میں بھی

پڑتی رہتی تھیں، جس سے بحالتِ خفگی وہ اپنے دل میں سخت پیچ و تاب کھاتے اور تنگ ہوتے۔ بالآخر جب یہ سلسلۂ "تبلیغی گفتگو" ان کی برداشت سے باہر ہونے لگی تو اس قضیہ سے خلاصی پانے کے لئے انہوں نے یہ راہ نجات سوچی کہ ان کے دونوں بھائی تو (معاذ اللہ) "مرتد" ہو گئے ہیں اور اس مذہبی اختلاف کے سبب مشترکہ کاروبار میں بھی خلل واقع ہونے کا قوی اندیشہ ہو گیا ہے اس لئے بہتر ہے کہ دنیوی بھرم قائم رکھتے ہوئے اب وہ خود ہی اپنے قادیانی بھائیوں سے دُوری اختیار کر لیں۔ نہ پاس رہیں گے نہ قادیانیت کا ذکر سنیں گے! اور ناچاقی سے دنیوی عزت بھی برباد نہیں ہو گی۔

اس خیال کے آتے ہی میرے والد صاحب نے اپنے دل میں نہ صرف منصوری کو بلکہ ہندوستان کو ہی ہمیشہ کے لئے خیرباد کہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اُن دنوں وہ انجمن اسلامیہ کوہ منصوری کے پریذیڈنٹ بھی تھے۔ کرئیل ہاؤس کے قریب علاقہ کلوری کی مسجد تعمیر کرا چکے تھے۔ پھر منصوری میں ایک اسلامیہ سکول بھی بڑی کوشش سے انہوں نے جاری کرایا تھا اور اکثر قومی کاموں میں بڑی سرگرمی و فراخدلی سے حصہ لیتے رہتے تھے لیکن اپنے مولوی صاحبان پر حسنِ ظنّی رکھتے ہوئے اپنے دو چھوٹے عزیز بھائیوں کے احمدی ہو جانے پر وہ اس حد تک دل برداشتہ اور نالاں ہوئے کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مکہ شریف ہجرت کر جانے کا قطعی فیصلہ کر لیا لیکن جانے سے پیشتر انہوں نے انجمن اسلامیہ، مساجد و اسلامیہ سکول کے جملہ حسابات کتابی صورت میں چھپوا کر پبلک میں شائع کر دیئے اور آئندہ کے لئے یہ سب کام انجمن اسلامیہ کے سپرد کر کے صفائی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے۔

منصوری سے مکہ معظمہ میں

۱۹۱۲ء میں ایامِ حج کے قریب والد صاحب مجھے اور میری والدہ صاحبہ کو ہمراہ لے کر ہمیشہ کے لئے منصوری کو الوداع کہتے ہوئے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہو گئے۔ بمبئی سے بحری جہاز "ہمایوں" ہمیں جدہ لے گیا جہاں سے شقدف بردار اونٹوں پر سوار ہو کر ہم بالآخر ایک دن مقدس شہر مکہ معظمہ میں وارد ہو گئے۔ ...... اللہ اکبر [illegible] میں اسلامی اخوت و مساوات [illegible] ماہِ ذی الحج کی ۸ تا ۱۲ [illegible] مکہ سے پہلے منٰی اور پھر عرفات گئے۔ وادی عرفات میں ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس پر ایک یادگاری مقام ہے جہاں [illegible] نے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر خطبۂ حج پڑھا [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع [illegible] فرمایا تھا۔ حج کے بعد واپسی پر [illegible] اور قربانی وغیرہ کے مناسکِ حج بجا لا کر وہاں سے تین دن بعد مکہ شریف واپس آ گئے۔ اس طرح بحمد اللہ ہم اپنے پہلے حج سے فارغ ہوئے اور ...... پھر وہیں مقیم ہو گئے۔

صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحبؓ

مکہ معظمہ میں والد صاحب یہ سمجھتے تھے کہ ہم "قادیانیت" سے بہت دُور آ گئے ہیں اور اب اس کی آواز بھی ہمارے کانوں میں نہیں پڑے گی لیکن خدا کی شان کہ ۱۹۱۲ء میں حج کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے فرزند حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب بھی مکہ معظمہ آئے ہوئے تھے اور

حضور علیہ السلام کے بڑے معاند مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی بھی اسی سال وہاں پہنچے ہوئے تھے جن کی مولویانہ [illegible] سے مکہ شریف میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی آمد کچھ ایسی مشہور ہوئی کہ لوگ بعض دفعہ اشارہ کرکے ایک دوسرے کو بتاتے کہ یہ "ابن قادیان" ہیں۔ والد صاحب تو اپنی دانست میں قادیانیت سے بچ کر مکہ معظمہ پہنچے تھے لیکن قسمت نے وہاں ذکر قادیان کے علاوہ "ابن قادیان" کی زیارت بھی انہیں کرادی۔

ان ہی ایام میں ایک دن عصر و مغرب کے درمیان حرم شریف میں [illegible] کے پاس قبلہ والد صاحب اور میں دونوں بیٹھے ہوئے تھے کہ باب ابراہیم کی طرف سے تین چار ہندوستانی بیت اللہ شریف کی طرف بغرض طواف جاتے نظر آئے۔ ان میں سے ایک نہایت خوبصورت، باوقار، [illegible] نوجوان تھے ایک معمر سے بزرگ اور ایک عرب [illegible] صاحب نے مجھ سے کہا، اور مخاطبانہ طنزیہ لہجہ میں [illegible] دیکھو! وہ مرزا صاحب کا بیٹا ہے ..... وہ مرزا صاحب جنہوں نے ہندوستان میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ بھلا مکے [illegible] کر تو انہیں بھی حقیقت معلوم ہو جاتی۔ اسے بھی اُن کا بیٹا حج کرنے آیا ہے۔ ساتھ والے "قادیانی ہیں"۔ میں نے اُدھر دیکھا ..... اور معصومانہ بے پرواہی سے کہہ دیا کہ "ہوں گے!" اُس وقت کیا معلوم تھا والد صاحب کو کہ آئندہ کسی وقت ہندوستان پہنچ کر ہم بھی "قادیانی" احمدی ہو جائیں گے اور [illegible] مرزا صاحب کی غلامی کو باعث فخر و احترام اختیار کریں گے۔

الحمد للہ [illegible]

تھے جو اپنی اعلیٰ علمی اور تدریسی قابلیت نیز عربی، اردو، ترکی کے بلند پایہ ادیب و شاعر ہونے کے سبب مکہ بھر میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اُن دنوں حرم شریف سے ملحق باب ابراہیم پر اُن کا ایک مدرسہ "المدرسۃ الفخریۃ" کے نام سے مشہور تھا۔ حج سے فارغ ہو کر قبلہ والد صاحب نے مجھے اس مدرسہ میں داخل کر دیا تھا جہاں نوعمر طلباء کو قرآن مجید دینیات کی تعلیم کے ساتھ قرأت اور عربی خط و طغریٰ نویسی بھی سکھائی جاتی تھی۔ عرب طلباء کی صحبت میں رہ کر میں بہت جلد عربی بولنا سیکھ گیا تھا۔ پورے دو سال میں اس مدرسہ میں متعلم رہا۔

مدینہ منورہ میں

اہلِ مکہ اکثر رجب کے مہینہ میں رجبی شریف منانے مدینہ منورہ جایا کرتے تھے۔ ۱۹۱[illegible]ء میں والد صاحب مجھے بھی ان ہی ایام میں مدینہ منورہ لے گئے۔ جہاں پہنچ کر مسجد نبویؐ کے باب السلام سے تھوڑے فاصلہ پر ہم نے ایک دو منزلہ مکان میں قیام کیا تھا اور گرمیوں کے سبب رات کو بالائی چھت پر سوتے تھے۔ وہاں ایک شب میں نے بہت ہی عجیب نظارہ دیکھا! کافی رات گزرنے پر جب میری آنکھ کھلی اور اتفاقاً اُس وقت میرا منہ حرم شریف کی طرف تھا، تو کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے حضرت رحمۃ للعالمینؐ کے روضۂ اقدس کے سبز گنبد سے ایک نورانی روشنی، تیز سرچ لائٹ جیسی، ایک عظیم ستون کی شکل میں آسمان تک پہنچی ہوئی ہے۔ میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ آنکھیں ملیں اور پھر دیکھا تو وہ ہی نورانی لائٹ آنکھوں کے سامنے تھی! اللّٰھم صلّ علیٰ محمدٍ وعلیٰ آلِ محمدٍ وبارک

وسلّم!

ع عجب نوریست درجانِ محمدؐ

مدینہ منورہ میں ہم بائیس ۲۲ دن مقیم رہے۔ والد صاحب سوائے ایسے دن کے کہ ہم دوسرے تاریخی مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کرنے دُور نکل گئے ہوں پانچوں وقت کی نمازوں میں اکثر مجھے روزانہ مسجدِ نبویؐ میں اپنے ساتھ لیجاتے تھے اور مدینہ میں اور مکہ میں بھی، اپنے دونوں قادیانی بھائیوں کی "ہدایت" کے لئے اکثر دردمندانہ دعائیں کیا کرتے تھے جو بعد میں بفضلہٖ تعالیٰ ہم سب کے لئے کرشمۂ ہدایت کے رنگ میں ہی مستجاب ثابت ہوئیں۔ مدینہ منورہ سے جب ہمارے قافلہ کی واپسی کا دن آیا تو فخرِ دوعالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر "علیك الصلوٰة علیك السلام" کے الوداعی پھول نچھاور کرتے ہوئے ہم بھی مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

منصوری سے قطعی بے تعلقی

مکہ مکرمہ واپس آکر والد صاحب نے ایک دُکان شروع کر دی تھی منصوری سے وہاں جو ڈاک آتی اس میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اخبار و رسالہ جات بھی موصول ہوتے رہتے تھے۔ یہ دیکھ کر والد صاحب کو بہت غصہ آتا اور فرماتے "دیکھو! قادیانیت سے خدا کے گھر میں بھی چین نہیں"۔ ان کی مخالفت کے سبب پھر وہ رسالے وغیرہ سب دُکان میں ردّی کے طور پر ہی استعمال ہو جاتے! والد صاحب نے "قادیانیت" سے دُور رہنے اور مکہ معظمہ میں مستقل بود و باش اختیار کرنے کے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے یہ فیصلہ کیا کہ وہ پہلے ہندوستان جا کر اپنے خاندانی مشترکہ کاروبار اور جائیداد میں سے اپنا حصّہ علیحدہ کر لیں اور پھر مکہ واپس آکر وہاں کوئی مناسب جائیداد خرید لیں یعنی احمدیت کی مخالفت میں وہ ہندوستان سے قطعی بے تعلق ہو جانا چاہتے تھے۔ اس خیال سے وہاں کچھ جائیداد بھی انہوں نے دیکھ لی تھیں۔ چنانچہ ۱۹۱۳ء میں جب ہم اپنے دوسرے حج سے فارغ ہوئے تو قبلہ والد صاحب نے مجھے اور میری والدہ صاحبہ کو مکہ معظمہ میں چھوڑ کر خود عارضی طور پر تنہا ہندوستان آنے کا پروگرام مرتب کر لیا اور اپنی غیر موجودگی میں میرے خالہ زاد بھائی مکرمی میرولی محمد صاحب (اہلحدیث) کو ہمارے پاس رہنے کے لئے ہندوستان سے مکہ معظمہ بلالیا۔

میرولی محمد صاحب ایک شریف الطبع دیندار اور اہلحدیث خیالات کے نوجوان تھے تبلیغ کرنے کا انہیں بڑا شوق تھا۔ آریوں اور عیسائیوں سے اکثر تبادلۂ خیالات کرتے رہتے تھے "اہلحدیث" لٹریچر پڑھنے کے علاوہ بعض اوقات قادیانی کتب بھی دیکھ لیتے تھے اور احمدیوں سے اچھے تعلقات رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت حافظ سید مختار احمد صاحب شاہجہانپوری جب کبھی ڈیرہ دون تشریف لاتے تو بھائی صاحب بڑے شوق و احترام سے ان سے ملتے۔ جب وہ مکہ پہنچے تو اہلحدیث خیالات کے ہی تھے۔

والد صاحب کی مراجعت

اوائل ۱۹۱۴ء میں قبلہ والد صاحب حسب پروگرام تنہا ہندوستان واپس تشریف لے آئے اور منصوری پہنچ کر اپنے ہر دو احمدی بھائیوں سے مشترکہ کاروبار و جائیداد میں سے اپنا حصّہ علیحدہ کرنے کے لئے حسابی و قانونی اقدامات کا سلسلہ

شروع کرنا چاہا۔ چچا صاحبان کو اپنے بڑے بھائی کی مخالفانہ مذہبی روش کے مدنظر گو بادلِ ناخواستہ یہ کہنا پڑا کہ "بہت اچھا" مگر ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ "بھائی صاحب آپ تو دو حج کر چکے ہیں اب ہمیں بھی حج کرنے کا موقعہ دیں۔ آپ اِس سال یہاں کاروبار سنبھالیں اور حساب کتاب بھی دیکھ لیں۔ جب ہم حج کر کے واپس آجائیں تو پھر جائیداد وغیرہ کے بارے میں جیسے آپ کی خوشی ہو کر لیں۔" والد صاحب نے اُن کی یہ بات سُن کر خوشی سے کہہ دیا "بہت اچھا تم بھی حج کر آؤ۔"

اِس جگہ ضمناً یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ میرے والد صاحب اور دونوں چچا صاحبان میں باوجود مذہبی اختلافِ عقائد کے یہ بات نمایاں طور پر مشترک تھی کہ اخلاقاً ایکدوسرے کا بڑا لحاظ و پاس کرتے تھے اور دل سے ایک دوسرے کی خوشی و بہتری چاہتے تھے۔ وہ اِس بات کو خوب سمجھتے تھے کہ اتفاق و اتحاد میں ہی برکت و خاندانی عزت ہے اور انشقاق و تفرّق میں جگ ہنسائی۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ایک دوسرے کی پاسداری و لحاظ کو کبھی نظر انداز نہیں کیا تھا اور اسی لئے والد صاحب کے مطالبۂ تقسیم جائیداد وغیرہ پر کسی قسم کی بدمزگی پیدا نہیں ہو سکی تھی۔ جب تک زندہ رہے دنیا میں باہمی لحاظ و پاسداری کو انہوں نے خوب ہی نبھایا۔

چچا صاحبان مکّہ معظمہ میں

میرے احمدی چچا صاحبان جب اواخر ۱۹۱۴ء میں حج کے لئے روانہ ہوئے تو پہلی جنگِ عظیم شروع ہو چکی تھی اور بحری راستے بھی مخدوش ہو چکے تھے لیکن حکمتِ خداوندی کہ انہی حالات میں انہوں نے سفر کیا اور ایامِ حج سے کچھ عرصہ قبل بخیر و عافیت مکّہ معظمہ پہنچ گئے۔

دورانِ قیام میں وہاں بھی چچا صاحبان نے تبلیغِ احمدیت کا سلسلہ جاری رکھا اور بھائی ولی محمدؐ صاحب میر (اہلحدیث) سے تو گھر پر روزانہ احمدیت سے متعلق گفتگو ہوتی رہتی تھی اور مَیں بھی اُن کی باتیں سُنا کرتا۔ ویسے اپنے علماءِ کرام کی زبانی عام عقائد کی باتیں میرے کانوں میں پڑی ہوئی تھیں اور دینیات کے رسالے درساً پڑھ چکا تھا۔ اور چونکہ مجھے مکّہ معظمہ میں رہتے دو سال ہو گئے تھے اس لئے مَیں عام عربی الفاظ کے معنے سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہیں کرتا تھا۔ "وفاتِ مسیح" کا مسئلہ تو آیت "فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ ......" (مائدہ ع۱۶) کی تشریح سے میری سمجھ میں آگیا لیکن نبوّت کے مسئلہ پر مَیں نے بڑے چچا صاحب سے یہ عرض کیا کہ "قرآن مجید میں تو نبوّت ختم ہے پھر مرزا صاحب نبی کیسے ہو گئے ؟" انہوں نے بڑے اطمینان سے فرمایا "کون کہتا ہے کہ قرآن مجید کی رُو سے نبوّت ختم ہو چکی ہے ؟" مَیں نے فوراً آیت ...... خاتم النّبیّین ...... (احزاب ع۵) پڑھ دی جو مجھے ازبر یاد تھی کیونکہ مکّہ معظمہ میں قرأت سکھانے کے لئے قاری صاحبان نوعمر طلباء کو قرآن مجید کی چند خاص آیات حفظ کرا دیتے تھے اور سبع قرأت بھی سکھاتے تھے۔ ایسی آیات مَیں نے بھی حفظ کی ہوئی تھیں اور اُن میں سے ایک آیت "خاتم النّبیّین" والی بھی تھی جس کا لفظ خَاتَم ایک دوسری قرأت میں خَاتِم بھی پڑھا جاتا تھا۔

مجھ سے "خَاتِمُ النّبیّین" سُن کر قبلہ چچا صاحب نے فرمایا "قرآن مجید کھول کر یہ آیت دکھاؤ ؟" مَیں نے آیت دکھا دی۔ تب آیت کے اصل لفظ "خَاتَم" پر توجہ دلاتے ہوئے انہوں نے فرمایا "مکّہ معظمہ میں تم رہتے ہو خَاتَم کے

لفظی معنی بتاؤ۔" میں نے کہہ دیا کہ "یہاں تو خاتم مُہر کو کہتے ہیں"۔ ... کیونکہ مکہ معظمہ میں اپنے نام کی مُہر کھدوا کر رومال کے ساتھ باندھے رکھنا عام عادت یا فیشن میں داخل تھا۔ میں بھی شوقیہ اپنے نام کی مُہر بنوا چکا تھا۔ اس لئے خاتم کے معنی مُہر بالیقین جانتا تھا۔ پھر انہوں نے "خاتم النبیین" کے پورے معنے مجھ سے دریافت کئے تو میں نے بلا تأمل کہدیا "نبیوں کی مُہر"۔ فرمایا "یہ معنے درست ہیں۔ مگر ان معنوں سے نبوت تو ختم نہیں ہوتی۔ مُہر میں اور ختم ہونے میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟"۔ میں نے غور کیا اور ...... پھر وثوق سے کہہ دیا کہ "اس جگہ نبیوں کی مُہر کا مطلب اور خواہ کچھ بھی ہو مگر نبوت تو یہاں ختم نہیں ہوتی۔" ۔

اُمّتی نبوّت کا انکشاف

تب قبلہ چچا صاحب نے نہایت آسان پیرائے میں نبیوں کی مُہر کے معنے پوری آیت کی روشنی میں مجھے سمجھائے اور اس کے بعد اجراءِ نبوت پر سورۃ اعراف کی والی آیت "یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ... الخ" قرآن مجید سے مجھے دکھائی اور بڑے سہل و عام فہم انداز میں اس کی تشریح بیان کر دی۔ اب میں حیران تھا کہ "الٰہی یہ کیا ماجرا ہے! قرآن پاک تو مسلمانوں کے عام عقیدۂ ختم نبوت کی تردید کرتا ہے۔ قرآن مجید کی رُو سے تو تابعِ شریعت اُمّتی نبی آسکتا ہے"۔ دورانِ تبلیغ میں چچا صاحب یہ بھی فرماتے رہتے کہ ان باتوں کے متعلق تم اپنے علماء کرام سے بھی استفسار کرتے رہو۔ چنانچہ اجراءِ نبوت کے انکشاف کے بعد جب میں نے

استاذی المکرم سید عبدالحق القاری اور ایک دوسرے مدرس الشیخ محمد عبداللہ المدنی کی خدمت میں حاضر ہو کر مسئلہ نبوت کے بارے میں استفسار کیا تو دونوں بزرگوں نے قریباً یہی فرمایا کہ "تم ابھی بچے ہو۔ ان باتوں میں تمہیں نہیں پڑنا چاہیئے۔ نبوت کی بحث سے تمہیں کیا مطلب!"۔ ایسے جوابات سن کر میں حیران و پریشان ہوتا کہ اپنے قادیانی چچا صاحب سے میں کچھ دریافت کرتا ہوں تو وہ تسلی بخش جواب دیتے ہیں اور ٹالتے نہیں مگر ہمارے علماء کرام کا یہی جواب ہے کہ تمہیں ان باتوں سے کیا مطلب! بار بار یہ حالت دیکھ کر میرے دل نے بالآخر کہا کہ حضرات علماء سے تسلی بخش جواب کی اُمید رکھنا بے سُود ہی ہے معلوم ہوتا ہے ان کے پاس صرف مروجہ عقائد ہی ہیں دلائل نہیں! ۔

مکہ معظمہ میں قبولِ احمدیت

علماء کی بے توجہی سے نااُمید و بددل ہو کر میں نے بالآخر مکرم چچا صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ "قرآن مجید کی رُو سے بے شک اُمّتی نبی آسکتے ہیں۔ اب آپ مجھے حضرت مرزا صاحب کے حالات سُنائیں"۔ میرے منہ سے پہلی مرتبہ "حضرت مرزا صاحب" کے الفاظ سُن کر چچا صاحب کا چہرہ خوشی سے تمتما اُٹھا اور میری درخواست پر انہوں نے ذکرِ حبیب چھیڑ دیا۔ کئی دن تک وہ سُناتے رہے اور میں سُنتا رہا۔ اس اثنا میں اور اختلافی مسائل بھی یکے بعد دیگرے بڑی خوش اسلوبی سے عام فہم طریق پر میرے سامنے بیان ہوئے اور حل ہوتے گئے۔ بالآخر میرے دل نے یہ گواہی دی کہ احمدیت برحق ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے

مَیں پھر مکّہ معظمہ میں ہی احمدی ہوگیا۔ . . . بھائی ولی محمد صاحب پھر بھی احمدی ہوگئے۔ اس کے بعد ہم حرم شریف میں گئے اور بیت اللہ شریف کے پاس "مقامِ ابراہیم" پر ہم نے پہلی مرتبہ احمدی امام یعنی بڑے چچا صاحب کے پیچھے دو رکعت نفل شکرانہ ادا کئے۔ بعد میں بھی حرم شریف میں ہم ان کی اقتداء میں ہی نمازیں پڑھتے رہے۔

پھر حج کے مقررہ ایّام میں چچا صاحبان اور ہم منیٰ اور عرفات گئے اور چار دنوں میں جملہ مناسکِ حج ادا کئے واپس مکہ شریف آگئے۔ اب والدہ صاحبہ کا اور میرا یہ تیسرا حج تھا۔

"قادیانی" احمدی

خواجہ کمال الدین صاحب (مرحوم) بھی اس سال ولایت سے واپس آتے ہوئے حج کرنے مکّہ معظمہ پہنچے ہوئے تھے اور قبلہ چچا صاحب سے ملتے رہتے تھے۔ ایک ملاقات میں ان بزرگوں میں کچھ گرما گرم بحث چھڑ گئی۔ خواجہ صاحب بار بار کہتے کہ میاں صاحب غلو کر رہے ہیں۔ چچا صاحب کہتے ہرگز نہیں آپ لوگوں کو حضرت میاں صاحب کی ذات سے عناد ہے!۔ اس وقت میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ کیونکہ اُن ایام میں خلافت کے سوال پر جو اختلاف جماعت میں رونما ہو چکا تھا اس سے مَیں ہنوز لاعلم تھا۔ ملاقات کے بعد مَیں نے چچا صاحب سے دریافت کیا کہ "یہ میاں صاحب میاں صاحب کا کیا قصّہ تھا؟" تب انہوں نے "حضرت میاں محمود احمد صاحب" رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت اور چند "جمہوریت پسند اکابرینِ انجمن" کی مخالفت کا قصہ سُنا کر مجھے حقیقتِ اختلاف سے آگاہ کر دیا اور اس طرح بفضلہ تعالیٰ مَیں مکّہ معظمہ میں ہی خلافتِ حقّہ سے وابستہ ہو کر "قادیانی" احمدی ہوگیا۔

ہندوستان کو واپسی

قبلہ والد صاحب ہندوستان میں تھے اور ہم مکّہ معظمہ میں۔ جنگِ عظیم کی تباہ کاریوں میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا اور ہندوستان سے ہمارے پاس خرچ پہنچنے کے ذرائع بھی منقطع ہوگئے تھے۔ ان حالات میں چچا صاحبان نے جلد واپس ہونے کا فیصلہ کیا اور زمانۂ جنگ ہی میں ہمیں اپنے ہمراہ لیکر ہندوستان واپس آگئے۔ عجیب بات ہے کہ سنہ ۱۹۱۲ء میں قبلہ والد صاحب اپنی دانست میں مجھے احمدیت سے بچا کر مکّہ معظمہ لے گئے تھے لیکن رحمتِ خداوندی کہ مَیں سنہ ۱۹۱۴ء میں مکّہ معظمہ سے ہی احمدی ہو کر والد صاحب کے پاس واپس ہندوستان آگیا۔ اس وقت بھی وہ احمدیت کے شدید مخالف تھے۔ مَیں نے بمبئی سے جو پہلا خط اُن کی خدمت میں ارسال کیا تھا اس میں اپنے احمدی ہونے کا اظہار کر دیا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ "حضرت مرزا صاحب سچے ہیں، آپ احمدی ہوجائیں"۔ میرا خط جب والد صاحب کو ملا، تو جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا، اُس وقت بعض مخالفینِ سلسلہ اُن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ خط پڑھتے ہی یکدم خاموش ہوگئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ ایک سرگرم مخالف کے دریافت کرنے پر کہ "خیر تو ہے؟" والد صاحب نے فرمایا "کچھ نہیں، یہ فضل الرحمٰن کا خط ہے بھائی عبدالمجید نے اس کو ورغلا کر قادیانی کر لیا ہے"۔ دو تین

"دینداروں" نے میرے خلاف سخت مشورے دیئے لیکن والد صاحب نے کچھ دیر بعد فرمایا "نہیں۔ وہ ابھی بچہ ہے۔ عبدالمجید کی باتوں میں آگیا ہے لیکن علماء کے کہنے سے یقیناً وہ پھر ٹھیک ہو جائے گا" میں اپنے والدین کا ایک ہی لڑکا تھا اور مخالفین کیا جانتے تھے کہ آگے چل کر میرے والد صاحب بھی علماء کرام کی بدولت ہی احمدی ہو جائیں گے۔

ابھی کچھ عرصہ اور والد صاحب مخالف رہے اور بعض اوقات تو مخالفت کے اظہار میں شدید ہو جاتے تھے۔ مثلاً منصوری میں بڑے چچا صاحب کے ہاں ایک طوطا تھا جو "میاں مٹھو میں قادیانی" کہنا سیکھا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ والد صاحب جب اس کے پنجرے کے پاس سے گزرے تو طوطے نے کہنا شروع کر دیا "میاں مٹھو میں قادیانی" اس پر والد صاحب جھنجھلا کر بولے "لاحول ولا قوۃ۔ یہ لوگ تو جانوروں تک کا دھرم بھی نشٹ کر دیتے ہیں بھلا آدمیوں کو کیا چھوڑیں گے" درحقیقت ان کی مخالفانہ روش میں حضرات مولوی صاحبان سے پرانی قسم کا ایک حسن ظن تھا اور ان کو احمدیت کی مخالفت میں پیش از پیش دیکھ کر خود بھی مخالفت کرنا موجب ثواب سمجھتے تھے۔ ورنہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان مبارک میں انہوں نے کبھی کوئی ناشائستہ بات یا بے جا کلمہ اپنے منہ سے نہیں نکالا تھا۔ یہ نیکی فطرتاً والد صاحب میں موجود تھی۔ خدا کی شان کہ میرے احمدی ہونے کے دو سال بعد ان کے احمدی ہونے کا وقت بھی آ گیا ....

عدالت میں ایک مقدمہ

... میں والد صاحب کے احمدی ہونے کے اسباب یکایک پیدا ہو گئے منصوری میں وہ اس سال اپنی کلہڑی کی مسجد میں رمضان شریف میں تراویح کے وقت قرآن مجید سنا رہے تھے نصف رمضان گزرنے پر ایک مولوی ٹائپ "دیندار" نے کہہ دیا کہ "حافظ عبدالوحید صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں کیونکہ ان کی دکان پر میتھیلیٹڈ سپرٹ فروخت ہوتا ہے اور یہ استعمال بھی کرتے ہیں جو حرام ہے" ان کو سمجھایا گیا کہ یہ حرام اشیاء میں سے نہیں ہے۔ بڑے علماء نے بھی اس کو "اسپرٹ اسٹوو" میں استعمال کیا ہے ...... مگر وہ اپنی فتویٰ بازی پر مصر رہے۔ والد صاحب نے اگلے دن ان پر ہتک عزت کا دعویٰ کر دیا اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اسپرٹ کی فروخت و استعمال حرام نہیں ہے انہوں نے علاقہ کے ایک بڑے نامور مولانا صاحب کو، جو مشہور حکیم اور ... پیر بھی تھے عدالت میں شہادت کے لئے طلب کر لیا۔ ان مولانا نے میرے دادا صاحب مرحوم کی بیماری کے ایام میں کئی مرتبہ خود اسپرٹ اسٹوو پر ادویات تیار کر کے ان کو استعمال کرائی تھیں اور اسپرٹ بیچنے پر کبھی معترض نہیں ہوئے تھے لیکن عدالت میں گواہی کے وقت مولانا نے واقعات سے انکار کرتے ہوئے صاف جھوٹ بول دیا۔ والد صاحب کو یہ دیکھ کر سخت صدمہ ہوا اور اپنے پیر و مرشد مولانا کے لئے جو ان کے دل میں عزت و وقعت تھی وہ سب کافور ہو گئی۔ مجسٹریٹ نے گو مقدمہ صلح و صفائی پر ختم کر دیا تھا مگر زمانہ مولویت سے والد صاحب اسی وقت متنفر ہو گئے تھے۔

والد صاحب احمدی ہو گئے

اسی حالت میں جب عدالت سے والد صاحب

دُکان پر آئے تو بڑے چچا صاحب نے اُن سے کہا "بھائی صاحب! اگر مولوی صاحبان کی ایسی ابتر حالت نہ ہو گئی ہوتی تو ذرا سوچیں کہ حضرت مرزا ہی کیوں مبعوث ہوتے؟ جب ان لوگوں کی حالت بگڑی تب ہی تو اصلاحِ خلق کے لئے خدا کا مسیح آیا۔ کیا آج کی گواہی دیکھ کر بھی آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان نہیں لائیں گے؟" والد صاحب کے دل پر اس حق بات کا بہت گہرا اثر ہوا۔ پہلے کچھ دیر خاموش رہے ...... پھر بانشراحِ صدر کہہ دیا "ٹھیک بات ہے۔ بہت اچھا، آمنّا وصدّقنا" اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ بابرکت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ اللہ اکبر! کس شان سے حضرت مسیح پاک علیہ السلام کا یہ فرمودہ کلام پورا ہوا ؎

"جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار"

احمدی جماعت منصوری میں، ان دنوں چھوٹے چچا صاحب رمضان المبارک میں عشاء کے بعد قرآن مجید سُنا رہے تھے انہوں نے والد صاحب کے احمدی ہو جانے کی خوشی میں اُن سے درخواست کی کہ باقی حصہ قرآن پاک کا اب وہی تراویح میں احمدی سامعین کو سُنائیں۔ اس طرح محبت و مسرت اور شکر کی لہروں میں رمضان شریف کا باقی مہینہ گزرا۔ ہمارا سارا خاندان اب خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہو گیا تھا۔ عید الفطر بھی دلی انبساط سے تمام احمدیوں نے مل کر منائی۔ منصوری پبلک میں اب جماعت احمدیہ بفضلہٖ تعالیٰ صفِ اوّل میں آگئی تھی اور ہماری دُکان "کمرشیل ہاؤس" پھر ہمیشہ "قادیانیت" کا سنٹر کہلائی۔

ایک مرتبہ تبلیغی گفتگو میں ایک مجتہد صاحب نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ "احمدی ہونے کے وقت آپ کی عمر کیا تھی؟" میں نے جواب میں عرض کیا کہ "جناب والا! اسلام لانے کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جو عمر تھی اس سے دو سال بڑی"

مسجد احمدیہ منصوری

احمدی ہو کر والد صاحب نے پہلا یادگاری کام یہ کیا کہ اپنے بھائیوں کو تحریک کی کہ اب اس مشترکہ دو منزلہ جائیداد کو جس کی بالائی منزل میں احمدی نماز پڑھتے رہے ہیں اور "کمرشیل اسٹیٹ" کے مقابل مغرب میں لبِ سڑک واقع ہے، اب باقاعدہ طور پر جماعت کے لئے وقف کر دیا جائے۔ چنانچہ تینوں احمدی بھائیوں نے خوشی خوشی اس جائیداد کو بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان رجسٹری کرا کر وقف کر دیا۔ مسجد کے نیچے ایک چھوٹی اور دو بڑی دُکانیں تھیں جن کے کرایہ کی آمدنی ہمیشہ لوکل انجمن کی ضروریات کے لئے خدا کے فضل سے کافی ثابت ہوتی رہی اور چند دن کے لئے جماعت کے سامنے کہیں اپیل کرنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑی۔ اس جائیداد کا "مسجد احمدیہ" کے نام سے علیحدہ بنک میں اکاؤنٹ کھول دیا تھا۔ چھوٹے چچا صاحب اور والد صاحب کو تعمیری کاموں سے بڑی دلچسپی تھی چنانچہ وقف کے بعد انہوں نے مسجد کی دو منزلہ جائیداد کو جماعت کی جملہ ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے از سرِ نو بہتر صورت

میں تعمیر کرا دیا تھا اور مہمان خانہ بھی اس کے ساتھ اوپر ملحق تھا۔

مسجد احمدیہ کی جائیداد ایسی با موقعہ عام سیرگاہ پر واقع تھی کہ اکثر منصوری آنے والوں کی نگاہیں اس پر پڑتی تھیں اس لئے باہر سے بھی اس کو جاذبِ نظر بنا دیا یعنی اس کے شمالی جانب ایک چھوٹا سا باغیچہ معہ فوارہ کے لگا دیا تھا۔ یہ فوارہ عصر و مغرب کے درمیان عام سیر کے وقت کھول دیا جاتا۔ بالائی منزل میں سڑک کی جانب ایک بڑے بورڈ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام انگریزی میں لکھوا دیا تھا "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔" بورڈ کے اوپر جلی حروف میں یہی الہام اردو میں بھی فریم میں آویزاں تھا۔ باہر سے آنے والے سیاح اور پادری صاحبان اکثر مسجد احمدیہ کا فوٹو لیتے رہتے تھے اور ان میں سے بعض تو احمدیت کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کی غرض سے مسجد میں بھی آجاتے تھے۔ یہ چھوٹی سی مسجد تبلیغ احمدیت کا بہت بڑا ذریعہ تھی۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپریل ۱۹۲۱ء میں منصوری تشریف لائے تو حضور پُر نور نے مسجد احمدیہ کو ملاحظہ کر کے بہت خوشی و پسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا۔

تبلیغ اور اشاعت لٹریچر

مخالفت کے زمانہ میں والد صاحب کی کجا وہ حالت کہ احمدیت کی کوئی بات سننا یا کتاب دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اور کہاں احمدی ہونے کے بعد اب یہ تغیر عظیم کہ تبلیغ و اشاعت احمدیت کو ہی تلافی مافات میں اپنا اوّلین مقصدِ زندگی قرار دے لیا۔ اور غیر احمدیوں میں، غیر مسلموں میں، سفر میں اور حضر میں "اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح" کا پیغام وہ ہر طرف پہنچاتے رہے۔ قادیان سے تبلیغی لٹریچر و رسالہ جات کثیر تعداد میں منگوا کر ہر طبقہ و ہر مذہب کے لوگوں میں مفت تقسیم کیا کرتے اور دکان پر آنے والے انگریزوں و ہندوستانیوں کو بھی دیتے رہتے تھے۔ اب ہماری دکان کے بڑے ہال میں ایک با موقعہ جگہ پر ایک خوبصورت ولایتی گلاس کیس میں انگریزی و اردو کی مجلد کتب سلسلہ قرینہ کے ساتھ لگی ہوئی گاہکوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی نظر آتی تھیں۔ والیانِ ریاست، بالا حکام اور سیاحوں میں سے بھی علم دوست اصحاب ان کتابوں کو شوق سے خریدتے تھے۔ ایک دفعہ مہاراج کپور تھلہ (آنجہانی) دکان پر آئے تو احمدی کتب کو غور سے دیکھا اور پھر اپنے سیکرٹری سے فرمایا کہ سب کتابوں کا ایک سیٹ لے لیا جائے۔ اسی طرح اور مسلم و غیر مسلم ریاستوں میں بھی سلسلہ عالیہ کا لٹریچر پہنچتا رہتا تھا۔

والد صاحب کے احمدی ہو جانے پر چونکہ اب ان کے اور چچا صاحبان کے درمیان کوئی مذہبی اختلاف نہیں رہا تھا اس لئے تبلیغ و اشاعت احمدیت اور سلسلہ کے دوسرے کام بفضلہ تعالیٰ منصوری میں یکجہتی و خوش اسلوبی سے انجام پاتے رہتے تھے۔ دراصل اتفاق و اتحاد میں بڑی برکت ہے۔ اسی سبب والد صاحب نے جو پہلے مکہ معظمہ سے واپس آکر مشترکہ جائیداد و کاروبار میں سے اپنا حصہ نکال لینے کی فکر میں تھے اب متفق العقیدہ ہو کر اپنے دنیوی فکر و دھندے یعنی جائیداد و کاروبار سب اپنے دونوں

بھائیوں کے سپرد کر دیئے اور ان پر پورا اعتماد کرتے ہوئے خود تبلیغ احمدیت و خدمت سلسلہ میں بڑے اخلاص سے منہمک ہو گئے۔ سفر میں ایک بڑے ہینڈ بیگ میں سلسلہ احمدیہ کے اردو، انگلش و ہندی کے پمفلٹ و رسالہ جات ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے اور مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں وغیرہ میں بھی مفت تقسیم کرتے تھے۔

تعمیر "دارالبیعت" لدھیانہ

تعمیری کاموں سے دلچسپی رکھنے کے سبب والد صاحب نے اپنے احمدیت کے دور میں جو بفضلہ تعالیٰ ایک تاریخی احمدیت کا جماعتی کام سرانجام دیا وہ لدھیانہ میں "دارالبیعت" کا پختہ تعمیر کرانا تھا۔ ۱۸۸۹ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت جماعت بنانے کے لئے سلسلۂ بیعت جاری فرمایا تھا تو اُس وقت حضور لدھیانہ میں تشریف فرما تھے۔ وہاں کے "نئے محلہ" میں ایک کچے مکان میں بیعتِ اُولیٰ شروع ہوئی تھی وہ حضرت صوفی احمد جان صاحب کی ملکیت تھا۔ صوفی صاحب موصوف کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد اُن کے صاحبزادوں نے دارالبیعت والے مکان کو صدر انجمن احمدیہ کے نام ہبہ کر دیا تھا۔ اوّل ۱۹۱۶ء میں اس کی شکل میں کچھ تبدیلی کی گئی۔ پھر ایک مدت بعد جب اس کو یادگاری طور پر پختہ تعمیر کرانے کا فیصلہ ہوا تو اُس وقت چونکہ والد صاحب لدھیانہ میں تھے انہوں نے دلی شوق و عقیدت سے اس تاریخی کام کو باجازت مرکز اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ایک نیا نقشہ جس میں اصل کمرہ بیعت کے علاوہ ایک ملحقہ کمرہ اور مسجد و صحن کا لے آؤٹ رکھا گیا تیار کرایا

پھر اس کے اندازہ سے فنڈ مہیا کرنے کی طرف توجہ دی۔ ازاں بعد کمیٹی سے نقشہ پاس کرا کے تعمیر کا کام شروع کرا دیا۔ فنڈ آتا رہا۔ کام بنتا گیا حتیٰ کہ تعمیری لحاظ سے بفضلہ تعالیٰ تکمیل کو پہنچ گیا۔ والد صاحب اس کی آمد و خرچ کا حساب رکھتے تھے اور قادیان اطلاع دیتے رہتے تھے۔ بعد میں جب ۱۹۳۹ء میں علیل ہوتے تو باقی نگرانی و حساب کا کام انہوں نے جماعت احمدیہ لدھیانہ کے پریذیڈنٹ محترم مولوی برکت علی صاحب لائق (مرحوم) کے سپرد کر دیا تھا۔ یقیناً یہ والد صاحب محترم کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ شدید مخالفت سے نکل کر وہ جب والہانہ عقیدت کے دور میں آئے تو اللہ پاک نے انہیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ایک تاریخی یادگار "دارالبیعت" کو پختہ بنوانے کا موقعہ اور توفیق بھی عطا فرمائی۔ اس کام کو بڑے شوق سے انہوں نے انجام دیا تھا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہٖ۔

خلافت اور مرکز سے دلی وابستگی

۱۹۱۲ء میں جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں جب حضرت صاحبزادہ مرزا محمود احمد صاحب" حج کرنے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے تو والد صاحب نے اپنے غیر احمدیت کے زمانہ میں حضور کو حرم شریف میں دیکھ کر یہ کہا تھا "دیکھو وہ مرزا صاحب کا بیٹا ہے"! لیکن خوش قسمتی سے جب ۱۹۱۶ء میں خود احمدی ہو کر جلسہ سالانہ کے موقعہ پر قادیان گئے تو "حضرت مرزا صاحب کے اسی بیٹے" کی حضور جس اخلاص و رقت بھرے دل سے حاضر ہو کر دستی بیعت کی اور پھر اس بیعت کو دلی خلوص سے نبھایا اس کا ذکر

حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودہ الفاظ "خطبہ جمعہ ۹ نومبر ۱۹۵۶ء" میں حسب ذیل ہیں :-

"مجھے یاد ہے منصوری کے ایک دوست سید عبدالوحید صاحب بیعت کے لئے آئے۔ ان کے بھائی سید عبدالمجید صاحب پہلے سے احمدی تھے۔ سید عبدالوحید صاحب کا لڑکا فضل الرحمٰن فیضی ... ہے۔ وہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جلسہ سالانہ پر آئے تھے۔ بیعت کے لئے انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور رونے لگ گئے۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے تو ان کے بھائی نے بتایا کہ یہ بڑے سخت مخالف تھے اور میرے ساتھ احمدیت کی وجہ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اس کے بعد ان میں ایسا تغیر پیدا ہوا کہ احمدیت کی طرف مائل ہو گئے اور اب (دستی) بیعت کر رہے ہیں۔ .... غرض وہ (قادیان) آئے اور احمدی ہو گئے۔ پھر جب تک زندہ رہے احمدیت میں بڑے اخلاص سے زندگی گزاری۔ ...." (الفضل ۱۸ نومبر ۱۹۵۶ء)

احمدی ہونے کے بعد والد صاحب میں ایک نمایاں تغیر آگیا تھا۔ وہ حضرت اقدس سے، خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہر فرد سے اور سلسلہ کے نظام و بزرگانِ سلسلہ سے ظاہری و باطنی بے لوث دلی محبت اور وابستگی رکھتے تھے اور کوئی بات اشارۃً یا کنایۃً بھی انکے خلاف کسی سے سننا گوارا نہیں کرتے تھے۔ اس ضمن میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں :-

قادیان میں ایک ملتانی کتب فروش رہتے تھے جو پہلے تو بڑا اخلاص دکھاتے رہے مگر بعد میں بوجہ طبیعت کے بڑے متلون، زود رنج اور تیز گفتار ہونے کے اعتراض پسندی کا شکار ہو کر رہ گئے تھے۔ وہ منصوری بھی اکثر آیا کرتے تھے اور بوجہ سلسلہ کی کتب سپلائی کرنے کے بڑے چچا صاحب سے ان کے دیرینہ تعلقات تھے چنانچہ اُن ہی کے پاس وہ زیادہ اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ ۱۹۲۹ء سے جب انہوں نے معترضانہ گفتگو کا سلسلہ شروع کیا اور بزرگانِ سلسلہ، مرکزی نظام حتّٰی کہ خلافت پر بھی اعتراض کرنے لگے تو والد صاحب کو یہ سخت ناگوار ہوا اور انہوں نے برملا اس کا اظہار کر دیا۔ ایک دن عصر کے وقت مسجد میں فرمایا "اس ملتانی کا آنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ یہ قادیان کے بزرگوں کے خلاف باتیں کرتا رہتا ہے۔ یہ احمدی کیسا ہے؟ یہ تو بدّو (اعرابی) ہے!" وہ اپنے کسی غیر از جماعت رشتہ دار یا دیرینہ دوست سے بھی خلاف واقعہ کوئی بات سننا برداشت نہیں کرتے تھے، بلکہ بروقت ایسے مخالف کو ٹوک دیتے تھے۔

ان کے اخلاص و محبت کا پھر یہ عالم تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فوٹو اکثر اپنے

پاس رکھتے تھے۔ تنہائی میں خود اُن کو پُر خلوص نگاہوں سے دیکھتے تو فرطِ محبت سے بعض اوقات اشکبار ہو جاتے۔ دوسروں کو دکھاتے تو کہتے "دیکھو یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور یہ ہمارے موجودہ حضرت صاحب ہیں"۔ اسی طرح دوسرے بزرگانِ سلسلہ کے قادیان والا ایمان کے فوٹو بھی لوگوں کو دکھاتے رہتے تھے۔ اور کبھی حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے جاری کردہ انگریزی رسالہ "سن رائز" کے اکثر شمارے بھی اپنے پاس رکھتے اور انگریزی دان طبقہ کو دکھایا کرتے تھے۔ غرضیکہ احمدی ہو کر احمدیت سے خلافت سے، قادیان سے اور قادیان سے متعلق ہر شے سے انہیں دلی محبت تھی۔

دین کو دُنیا پر مقدم رکھا

قبلہ والد صاحب نے اور چچا جان نے جو خوشخوئی کے ذریعہ اپنے تجارتی سلسلہ میں "دین کو مقدم رکھنے اور دنیا کو ہیچ سمجھنے کا ایک نمونہ" منصوری میں پیش کیا تھا وہ بھی اس جگہ قابلِ ذکر ہے۔

تحریک "عدم تعاون" کے دنوں میں کانگرسی لیڈروں نے ہندوستان میں ایک مرتبہ بہت بڑی ہڑتال کرائی تھی۔ قادیان سے عام ہدایت یہ تھی کہ احمدی ہڑتالوں میں حصہ نہ لیں۔ چنانچہ مقررہ تواریخ کے دن جب منصوری میں مکمل ہڑتال منائی گئی تو ہم نے مرکزی ہدایت کے مطابق اس میں حصہ نہیں لیا اور اپنی دکان کھلی رکھی۔ انگریز طبقہ اور اعلیٰ حکام نے اپنے نقطۂ نگاہ سے ہمارے ہڑتال نہ کرنے کو بڑا قابلِ تحسین فعل سمجھا اور ان میں سے اکثر نے یکے بعد دیگرے دُکان پر آکر شکریہ ادا کیا۔

ان دنوں میں کنٹونمنٹ منصوری کے افسرِ اعلیٰ ایک کرنل لیزلی (COL : LESELIE) تھے۔ وہ بھی دُکان پر آئے اور بڑی خوشی سے کہا کہ "میں آپ کو کنٹونمنٹ کی پوری سپلائی کا ٹھیکہ دینے آیا ہوں"۔ والد صاحب اور چچا صاحب نے اوّل اُن کا شکریہ ادا کیا اور پھر کہا "کرنل صاحب! آپ کو معلوم ہے کہ احمدی مسلمان ہیں۔ سارے سپلائی کا ٹھیکہ لیکر اوّل تو ہم شراب وغیرہ قطعی سپلائی نہیں کر سکیں گے۔ دوم ٹھیکہ داری میں فائدہ اٹھانے کی خاطر یہ سُنا گیا ہے کہ بعض باتیں ایسی بھی کرنا پڑتی ہیں جن کو ہم مذہباً جائز نہیں سمجھتے۔ اس لئے شکریہ کے ساتھ ہم کنٹریکٹ سپلائی سے معذرت چاہتے ہیں۔ البتہ آپ کی خوشی ہو تو کھلے آرڈر پر ہم جنرل سپلائی کر دیا کریں گے"۔ کرنل لیزلی نے واپس دفتر جا کر حکم جاری کر دیا کہ "آج کے بعد سے کنٹونمنٹ منصوری کی جنرل سپلائی ایم۔ ایم کریم بخش اینڈ سنز کی دکان سے فراہم کی جایا کرے"۔

ظاہر ہے کہ عام طور پر لوگ جزوی طور پر یعنی پارٹ سپلائی کے ٹھیکے حاصل کرنے کے بھی افسرانِ متعلقہ کا عیبوں پیچھا کرکے اور کئی کئی جتن کر کے پھر کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ لیکن ہماری دُکان پر کنٹونمنٹ کا پورا ٹھیکہ دینے کی غرض سے جب خود انگریز ملٹری افسر آتا ہے تو احمدی مالکانِ فرم "دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد" کو مومنانہ شان سے ہی نبھاتے ہیں اور لاکھوں کی "مشتبہ" آمدنی کو حقیر سمجھنے میں انہیں ذرا تأمل نہیں ہوتا۔ وہ رضائے الٰہی کی خاطر صرف پاک، صاف و دیانتدارانہ جنرل سپلائی کو ہی اپنے لئے موجب

عزت و برکت سمجھتے ہیں اور اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

قرآن مجید سے عشق

والد صاحب کو قرآن مجید سے، اس کی صحیح تلاوت اور قرأت سے ایک عشق تھا۔ خوش الحان قاری صاحبان کی وہ بڑی عزت کرتے تھے۔ اکثر چھوٹے چچا صاحب سے کلام اللہ کا دور جاری رکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جب انہیں حافظ قرآن بہو عطا کی تھی یعنی میری پہلی بیوی حافظہ نذیر بیگم مرحومہ، تو اس سے بھی وقتاً فوقتاً کلام مجید سن کر بہت خوش ہوتے تھے۔ رمضان شریف میں تراویح میں قرآن مجید سنانے کا انہیں بہت شوق تھا اور ہمیشہ قرآن مجید و حمائل شریف کی اعلیٰ مطبوعہ جلدیں اپنے پاس رکھتے تھے۔

دراصل آج سے پچاس سال پہلے تک مسلمانوں میں قرآن مجید حفظ کرنے کا خاص شوق تھا۔ مسلمان نوابزادے، صاحب زادے اور غریب زادے یعنی ہر طبقہ کے نونہال اکثر حافظِ قرآن ہوتے تھے۔ انگریزوں کے دور میں بھی بعض نامور مسلمان وزیر، نواب، گورنر، بیرسٹرز، حکیم اور ڈاکٹرز نیز اکثر تاجر و صناع حافظِ قرآن ہوتے تھے۔ لیکن اب آزادی کے بعد مسلمان بھی زمانہ کے ساتھ بدل رہے ہیں؛ لیکن احمدی احباب یہ یاد رکھیں کہ اس زمانہ میں قرآن مجید حفظ کرنے و کرانے اور بالترتیل پڑھنے کی بڑی بھاری ذمہ داری جماعت احمدیہ پر ہی عائد ہوتی ہے۔ میرے تینوں بزرگ حافظ تھے اور خوش الحان بھی۔

بالآخر جس ترتیب سے وہ یکے بعد دیگرے احمدی ہوئے تھے اسی ترتیب سے انہوں نے وفات پائی۔ سب سے پہلے ہندوستان میں میرے بڑے چچا صاحب کا انتقال ہوا۔ پھر چھوٹے چچا صاحب کا۔ (ان کے حالات زندگی بالتفصیل جولائی ۱۹۴۳ء میں شائع ہو چکے ہیں)۔ پاکستان بننے کے بعد ۱۹۴۸ء میں قبلہ والد صاحب بھی اس دارِ فانی سے کوچ کر کے اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

اللہ تعالیٰ ان کو غریقِ رحمت کرے۔ ان کی روح پر ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرمائے، جنت الفردوس میں اپنے قرب و جوار میں انہیں جگہ دے اور ان کے درجات ہمیشہ بلند کرتا رہے۔ آمین ثم آمین ..... مولا کریم دنیا میں مجھ عاجز ناچیز کے گناہوں کو معاف فرمائے اور میرے بزرگ والد مرحوم کی مشفقانہ و مربیانہ نصیحتوں کے مطابق مجھے اور میرے اہل و عیال کو بھی تا زندگی الصراط المستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ ہم بھی خادمِ دین اور خادمِ بنی نوع انسان اور ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں اور بوقتِ رحلت ہمارا خاتمہ بالخیر ہو آمین ثم آمین ——— وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ؛

ضروری اعلان

(۱) خریدار حضرات پتہ تبدیل ہونے کی اطلاع جلد تر دے دیا کریں ورنہ رسالہ ضائع ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

(۲) چندہ ختم ہونے کی مہر غلاف پر لگی ہوگی۔ بروقت چندہ نہ آنے پر وی پی کر دیا جائے گا۔

(مینیجر)

ایک تحقیقی مقالہ

تاریخ پاکستان کا ایک فراموش شدہ باب

محترم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد

تحریک پاکستان کی بنیادی اینٹ

پاکستان کی عظیم مملکت ، جو حضرت بانی جماعت احمدیہ کے ایک الہام (مندرجہ تذکرہ صفحہ ۲۸۵ طبع دوم) کے مطابق اسلام کا قلعہ ، اور خدا تعالیٰ کی تقدیر خاص اور غیبی تصرفات کے نتیجہ میں نقشۂ عالم پر جلوہ گر ہوئی ہے بلاشبہ مسلمانانِ برصغیر کی وحدتِ ملّی ، اتحادِ قومی اور قائد اعظم محمد علی جناح کی سیاسی قیادت عظمیٰ کا شاہکار ہے

دنیائے اسلام کی اس عظیم الشان ریاست اگرچہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قائم ہوئی مگر اس کے پس منظر کا مطالعہ کرنے کے لئے جب ہم برصغیر کی اسلامی صحافت کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس کی بنیادی اینٹ دراصل قیام پاکستان سے بھی بیس برس قبل وسط ۱۹۲۷ء میں رکھی گئی تھی جبکہ متعصب اور فرقہ پرست مہاسبھائی ہندوؤں اور آریوں کی سنگھٹن اور شدھی جیسی نفرت انگیز تحریکوں کے طبعی اثرات "رنگیلا رسول" جیسی شرمناک اور گندی کتاب کی شکل میں کھل کر سامنے آگئے اور جماعت احمدیہ کی طرف سے بار بار انتباہ کے باوجود وہ ایک منظّم منصوبہ کے تحت مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ۔ پہلے انہوں نے مالوہ ریاست کے مسلمانوں پر مساجد کے دروازے بند کر دیئے اور پھر لاڑکانہ اور لاہور میں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی اور بعد ازاں بجائے رسالہ "رنگیلا رسول" کو نذرِ آتش کرنے کے ، اس کے جواز میں "دلائل" دینے اور اس طرح مسلمانوں کے مجروح دلوں پر نمک پاشی کرنے لگے ۔

کتاب "رنگیلا رسول" اور ہندو ذہنیت

لاہور کے مشہور ہندو اخبار پرکاش نے اپنے ادارتی نوٹ میں لکھا :۔

"کسی نے بات کا بتنگڑ بنتے نہ دیکھا ہو تو وہ رنگیلا رسول کے مقدمہ کو دیکھ لے ۔ مہاشہ راجپال پبلشر ہیں جنھوں نے سینکڑوں کتابیں شائع کیں ۔ ان میں ایک رنگیلا رسول بھی تھی ۔ یہ ایک چھوٹی سی کتاب تھی اور اس میں سوائے اس کے کہ مستند اسلامی تصانیف اور مسلمہ قابلیت یورپین

مصنّفوں کے آدھار پر کچھ خیالات جمع کر دیئے تھے اور کچھ بھی نہیں۔

لیکن چونکہ بات کا بتنگڑ بننا اس کی قسمت میں لکھا تھا۔ احمدیوں کی نگاہِ انتخاب کہیں اس کتاب پر جا پڑی اور انہوں نے اس کے خلاف وہ طوفان بدتمیزی برپا کیا کہ خدا یا پناہ۔ حُرمتِ رسول کا واسطہ دے کر .... انہوں نے دوسرے مسلمانوں کو مشتعل کرنے کا ڈھنگ پیدا کر لیا۔ صحیح الدماغ مسلمانوں نے تو اُن کے پھندے میں کیا آنا تھا۔ لیکن دوسرے مذہبی دکاندار اس خیال سے کہ کہیں ہم احمدیوں سے پیچھے نہ رہ جائیں۔ ان کے ساتھ شامل ہو گئے جن کے مشترکہ واویلا کے سامنے گورنمنٹ کا تدبر بھی پگھل گیا اور پبلشر رنگیلا رسول کے خلاف زیرِ دفعہ ۱۵۳۔ الف مقدمہ چلانے کا حکم دیدیا گیا۔"

(اخبار پرکاش لاہور ۱۰ جولائی ۱۹۲۷ء صفحہ ۵ کالم ۳، ۴)

ہائی کورٹ کا المناک فیصلہ

مسلمانانِ ہند کی مظلومیت اور بے بسی دیکھئے۔ مقننہ، عدلیہ، سول انتظامیہ، پولیس، فوج، تجارت، صنعت و حرفت غرضیکہ ملک کے ہر شعبہ پر پہلے ہی ہندوؤں کا قبضہ تھا اور مسلمانوں کے لئے انصاف کے دروازے بند ہوتے جا رہے تھے کہ ہائی کورٹ پنجاب کے جج مسٹر جسٹس کنور دلیپ سنگھ نے "رنگیلا رسول" کے دریدہ دہن، بدزبان اور گستاخ مصنف راجپال کو صاف بری کر دیا اور اپنے فیصلہ میں تعزیرات ہند کی دفعہ ۲۹۷ کی نسبت (جس کے تحت اس پر مقدمہ دائر کیا گیا تھا) یہ ریمارکس دیئے:۔

"میری رائے میں دفعہ ۲۹۷ تعزیرات ہند کے ساتھ ایک فقرہ اس مضمون کا بڑھا دینا چاہیئے جس کی رُو سے کسی شخص کے مذہبی احساسات کو مجروح کرنے کے ارادہ سے رسالے شائع کرنا اور کسی مذہب یا کسی شخص کی توہین کرنا جرم قرار دیا جائے۔"

اور تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۵۳ (جس کے تحت انہی دنوں رنگیلا رسول" جیسی کتاب "وچتر جیون" لکھنے پر الٰہ آباد ہائیکورٹ نے سزا دی تھی) کے بارے میں لکھا کہ:۔

"میں یہ رائے قائم نہیں کر سکتا کہ یہ دفعہ کسی گزشتہ مذہبی رہنما کی زندگی اور سیرت کے متعلق مخالفانہ بحث و تمحیص کو روکنے کے لئے وضع کی گئی تھی۔"

بالفاظ دیگر برٹش انڈیا کا پورا قانون مذہبی راہنماؤں خصوصاً نبیوں کے سرتاج، رسولوں کے فخر، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے جرم کو روکنے میں قطعاً بے کار تھا۔ اور جب تک اس کی دفعہ ۲۹۷ میں اضافہ نہ کیا جاتا اس وقت تک "رنگیلا رسول" جیسی دل آزار کتاب لکھنے والے شخص کو کھلی چھٹی دے دی گئی کہ وہ اور بھی جو چاہے لکھ سکتا ہے۔ قانون اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

مسلمانانِ ہند میں ہیجان اور تشویش و اضطراب

ہائی کورٹ کے (فل بنچ کے) اس فیصلہ نے برِ صغیر پاک و ہند کے بسنے والے ہر فرقہ و مسلک کے مسلمانوں میں غم و غصہ اور تشویش و اضطراب کی لہر دوڑا دی۔ اخبار "مسلم آؤٹ لک" (MUSLIM OUT LOOK) لاہور کے احمدی ایڈیٹر حضرت سید دلاور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ نے "مستعفی ہو جاؤ!" کے عنوان سے ۱۴ر جون ۱۹۲۷ء کو ایک باطل شکن اداریہ سپردِ قلم فرمایا جس میں مسلمانانِ عالم کے دلی جذبات کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔ اس اداریہ سے ایک تہلکہ مچ گیا اور سید دلاور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ اخبار کے پبلشر مولانا نور الحق صاحب کے ساتھ توہینِ عدالت کے الزام میں ماخوذ ہوئے اور ۲۱ر جون کو جسٹس براڈ وے کے سامنے پیش کئے گئے۔ حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے سید دلاور شاہ صاحب کی طرف سے وکالت کے فرائض ایسے مدلّل اور پُر اثر رنگ میں ادا کئے کہ کمرۂ عدالت کے اندر اور باہر جو بہت سے فرزندانِ توحید موجود تھے عش عش کر اُٹھے اور مولوی ظفر علی خان صاحب مدیر "زمیندار" تو فرطِ جوش میں آبدیدہ ہو گئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور چودھری صاحب کا ہاتھ چوم کر اُن کو گلے سے لگا لیا۔"

(اخبار دورِ جدید ۱۶ر اکتوبر ۱۹۳۳ء صفحہ ۳)

جہاں جسٹس کنور دلیپ سنگھ نے ایک مجرم کو بَری کر دیا وہاں جسٹس براڈ وے اور ان کے ساتھیوں نے اخبار "مسلم آؤٹ لک" کے مدیر و طابع کو جن کا قانون کے اندر رہتے ہوئے تحفظِ ناموسِ رسالت کا پرچم لہرانے کے سوا کوئی قصور نہ تھا توہینِ عدالت کا مرتکب قرار دے دیا اور سید دلاور شاہ صاحب احمدی کو چھ ماہ قید اور ساڑھے سات سو روپیہ جرمانہ اور مولانا نور الحق صاحب کو تین ماہ قید اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ فیصلہ کے معاً بعد پولیس نے ان عشاقِ خاتم النبیین کو اپنی بند گاڑی میں بٹھایا اور سنٹرل جیل میں پہنچا دیا۔

اس المناک واقعہ سے مسلمانانِ ہند کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ ان کی آنکھوں کے سامنے دنیا تاریک ہو گئی اور اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کا مستقبل سراسر مخدوش نظر آنے لگا۔ اس روح فرسا اور جاں گداز صورتِ حال کا اندازہ لگانے کے لئے روزنامہ "آزاد ہند" مدراس (۲۰ر جولائی ۱۹۲۷ء) کے مندرجہ ذیل الفاظ کافی ہیں لکھا:۔

"اگرچہ اس سے آگے اس رنگ کے بہت سے واقعات منصۂ ظہور پر جلوہ گر ہو چکے ہیں جن سے مسلمانوں کے دلوں کو ٹھیس لگی ہے مگر حال کا واقعہ ایسا جانگداز اور دلوں کو ٹیس دینے والا واقعہ ہے کہ ہر مسلمان خواہ وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا کیوں نہ ہو اس پر بالاتفاق اظہارِ نفرت کر رہا ہے۔ اسلام کی تاریخ میں اور برٹش گورنمنٹ کے دورِ حکومت میں یہ پہلا واقعہ ہے جس میں مذہبی رنگ میں مسلمانوں کے دلوں کو علی العموم صدمہ پہنچایا گیا ہے اور جس سے مجروح قلوب پر نمک پاشی کی گئی ہے۔"

کیوں نہ پامالِ ملال و حزن ہوں اہلِ وطن
صدمہ بیحد انہیں پہنچا ہے اور رنج و محن

مذہب اسلام کے کل فرقوں سے کوئی واحد فرقہ ایسا نہیں جو اس ہوش ربا و اندوہ افزا واقعہ سے بیقرار و مضطرب نہ ہوا ہو۔ ہر ملک، ہر شہر اور ہر قصبے میں اور مختلف انجمنوں اور سوسائٹیوں میں اس کی نسبت صدائے احتجاج کا بلند ہونا اس بات کی مستحکم دلیل ہے کہ یہ واقعہ ایک عالمگیر وبا کی حیثیت رکھتا ہے جو مسلمانوں کے دلوں کو زہر آلود کر رہا ہے ....

اس میں شبہ نہیں کہ خلافت کے تصفیہ کے وقت بھی بے چینی پھیلی ہوئی تھی اور مسلمان مضطرب اور پریشان ہو رہے تھے مگر اس ہولناک واقعہ کو خلافت سے کوئی مناسبت نہیں ہو سکتی۔ ہر دو میں آسمان و زمین کا فرق ضرور نظر آ رہا ہے۔ یہ وہ واقعہ ہے جو مسلمانوں کی روح کو تحلیل کر رہا ہے ان کے جذبات کو مشتعل کر رہا ہے۔ ان کے خیالات میں گرم جوشی پیدا کر رہا ہے۔ ان کے بدن میں ہو سے خون کے فوارے اڑا رہا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈا آ رہا ہے۔"

(روزنامہ "آزاد ہند" مدراس۔ ۱۵ جولائی ۱۹۲۷ء صفحہ ۱)

نیز لکھا:۔

"تحفظ ناموس حضور علیہ السلام پر مسلمانوں کا فرض اولین ہے کہ سب سے پہلے اس راہ میں جنہوں نے اپنے آپ کو قربان کر دیا اور تحفظ ناموس نبوی میں سب سے پہلے سرفروشی کی اور اس طرح اپنی دینی غیرت کا پورا ثبوت دیا وہ نور کے پتلے سید دلاور علی شاہ احمدی[1] اور مولوی نور الحق ہیں۔ انہوں نے جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلے پر اخبار مسلم آؤٹ لک میں خونِ دل کی سرخی سے اور بلا خوف و خطر اپنے زوردار قلم کو جنبش دی اور اس طرح ہندوستان کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کی جس کی پاداش میں وہ جیل خانے کے تنگ (و) تاریک حجرے میں بند کر دیئے گئے۔"

(آزاد ہند جلد ۲ شمارہ ۱۱۰ - ۲۰ جولائی ۱۹۲۷ء مطابق محرم الحرام ۱۳۴۶ھ ایڈیٹر محمد عبد اللطیف فاروقی عمیر سمبلی)

حضرت امام جماعت احمدیہ کا انقلابی پیغام

حضرت امام جماعت احمدیہ (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رض) نے اس موقع پر مسلمانان ہند کے نام درج ذیل پیغام دیا جو اخبار "انقلاب" نیز شمالی ہند کے دوسرے مسلم پریس میں نمایاں طور پر شائع کیا گیا:۔

"برادران! السلام علیکم۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے دو عزیز بھائی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے کھڑے ہونے کی وجہ سے جیل خانہ بھیج دیئے گئے ہیں۔ یہ

[1] اصل نام سید دلاور شاہ بخاری

اور بات ہے کہ انہوں نے ایک ایسے فعل کا ارتکاب کیا جو عدالتِ عالیہ کے ججوں کی نظروں میں ملک کے قانون کے خلاف تھا لیکن یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ لکھا اور شائع کیا وہ ہر ایک سچے (مسلمان کے) جذبات اور حقیقی خیالات کا آئینہ دار ہے۔ ہر ایک سچے مسلمان کا فرض اولین ہے کہ وہ پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کی حفاظت کرے۔ اس لئے میں اپنی جماعت کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ میری جماعت کا ہر ایک شخص عزت و ناموس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے ہر وہ کام کرنے کے لئے تیار رہے جو اس کے مقدور میں اور شرع اسلام کے مطابق ہوگا۔ اگر ہم آج اس مسئلہ پر مضبوطی کے ساتھ قائم نہ رہ جائیں گے تو کبھی کسی اور موقع پر ہم کچھ نہیں کر سکیں گے لیکن ہمیں چاہئے کہ ہم کسی ایسی بات کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں جس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ نہ لگا لیں اور نہ یہ غور کر لیں کہ اس کا اسلام پر کیا اثر پڑے گا۔

ہمیں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس اور پیغمبر پاک کی خدمت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے مستعد اور کمربستہ ہو جانا چاہیئے لیکن یہ ہمیشہ پیش نظر رہے کہ ہم کوئی ایسی حرکت نہ کریں جو منشاءِ اسلام کے منافی ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری حقیقی ہدایت کے لئے ہمیں جو کچھ عطا فرما رکھا ہے وہ اس وقت ہماری راہنمائی کرنے سے قاصر نہ رہے گا۔

اس نازک موقع پر میں اپنے خیالات ایک مضمون کی صورت میں شائع کرنے والا ہوں جس میں یہ ظاہر کروں گا کہ ہمیں اس وقت کیا کرنا چاہیئے لیکن اس وقت میں اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ لاہور جیل کی دیواروں سے سبق حاصل کریں۔ اگر ایک احمدی اور ایک دوسرا مسلمان اسلام کی عزت و ناموس کے لئے دکھ سے جیل خانوں میں جا سکتے ہیں تو کیا ہم اس پاک اور مشترک مقصد کے لئے جیل خانے کے باہر متحد اور متفق نہیں ہو سکتے؟

برادران اسلام! اس وقت اسلام کو اتحاد اور متحدہ کوشش کی سب سے زیادہ ضرورت ہے"

(اخبار انقلاب لاہور ۲۵ رجون ۱۹۲۷ء)

۲۲ رجولائی کے جلسوں کی پُرشوکت تحریک

اس پیغام کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ نے اپنے وعدہ کے مطابق "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا تحفظ اور ہمارا فرض" کے عنوان سے ایک بصیرت افروز مضمون سپرد قلم فرمایا جس میں آپ نے مسلمانانِ ہند کے سامنے تحفظ ناموس رسالت کے سلسلہ میں یہ صحیح طریق کار پیش کیا کہ وہ آئندہ صرف مسلمانوں سے سودا خریدیں تاکہ ان کا روپیہ ہندو کے ہاتھ میں جا کر آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس کے خلاف استعمال نہ ہو تبلیغ اسلام کی طرف خاص توجہ دیں، اپنے سیاسی حقوق کے تحفظ کی جدوجہد تیز کر دیں۔ اسلامی پریس کو مضبوط کریں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ناموس محمدؐ کی خاطر بلا تفریق فرقہ و مسلک ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

"آؤ آج سے فیصلہ کر لو کہ خواہ کس قدر بھی اختلافِ مذہبی یا سیاسی ہو غیر قوموں کے مقابلہ میں ہم ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے ہمارے مذہبی، سیاسی، تمدنی، اقتصادی اختلاف ہمیں آپس میں مل کر کام کرنے سے نہیں روک سکیں گے۔ ہم اپنے مذہب پر قائم رہیں اور محبت سے اس کی تلقین کریں اپنا کوئی اصل نہ ترک کریں۔ نہ کسی سے ترک کرائیں لیکن ہم باوجود ہزاروں اختلافات کے اس امر کو نہ بھولیں کہ ایک نقطہ ہے جس پر ہم سب جمع ہو جاتے ہیں اور ایک مقام ہے جہاں آکر ہم سب بسیرا لیتے ہیں وہ نقطہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے اور وہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایۂ مبارک ہے پس مخالفینِ اسلام کے مقابلہ کے لئے ہم سب کو جمع ہو جانا چاہیے تاکہ ہمارا اختلاف ہماری تباہی کا موجب نہ ہو یہ اتحاد ایسا ہو کہ ہم اس میں سے کسی کو باہر نہ رہنے دیں۔"

اس سلسلہ میں حضور نے تحریک کی کہ مسلمانانِ ہند ۲۲ر جولائی ۱۹۲۷ء کو یعنی "مسلم آؤٹ لک" کے مدیرہ طابع کی قید سے ٹھیک ایک ماہ بعد ملک بھر میں مشترکہ جلسے منعقد کریں۔ اس دن ہر مقام پر ایک جلسہ کیا جائے جس میں مسلمانوں کی اقتصادی اور تمدنی آزادی کے متعلق مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے۔ نیز اس جلسہ کی اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے مزید لکھا کہ:۔

"سب سے وعدہ لیا جائے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں تبلیغِ اسلام کا کام جاری کریں گے اور ہندوؤں سے ان امور میں چھوت چھات کریں گے جن میں ہندو ان سے چھوت چھات کرتے ہیں اسی طرح یہ کہ وہ اپنی تمدنی اور اقتصادی زندگی کے لئے پوری سعی کریں گے۔ اپنے قومی حقوق کو قوانینِ حکومت کے ماتحت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اسلامی فوائد میں سب مل کر کام کریں گے۔"

(الفضل قادیان۔ یکم جولائی ۱۹۲۷ء)

۲۲ر جولائی کے جلسوں کے وسیع مقاصد

۱۴ر جولائی ۱۹۲۷ء کو حضرت امام جماعت احمدیہ نے ۲۲ر جولائی کے جلسوں کی نسبت اپنے پیغام بنام مسلمانانِ ہند میں تحریر فرمایا کہ:۔

"۲۲ر جولائی قریب آرہی ہے اس تاریخ کو ایک مشترکہ جلسہ جس میں سب لوگ احمدی اور غیر احمدی شریک کئے جانے چاہئیں ضرور ہونا چاہیے۔ ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہیے کہ دوسرے فرقوں کے لیڈروں یا علماء سے مل کر ایک متفقہ جلسہ ضرور

اس دن کرائیں۔ اس وقت اس جلسہ کی ضرورت پہلے سے بھی بڑھ گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض ڈپٹی کمشنر جو ہندوؤں کے ہاتھ پر چڑھے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اس جلسہ کی مخالفت شروع کی ہے اور وہ گورنمنٹ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ جلسے امن توڑنے والے ثابت ہوں گے اور لوگوں میں ان جلسوں کے ذریعہ سے گورنمنٹ کے خلاف جوش پھیلایا جائے گا۔ اور ہائی کورٹ کی ہتک کی جائے گی۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اصل وجہ اس مخالفت کی ہندوؤں کا اثر ہے جو یہ امر جانتے ہیں کہ اگر ایک ہی وقت میں پنجاب دہلی اور سرحدی صوبے کے شہروں اور قصبوں میں جلسے ہوئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ مسلمان اس وقت متحد ہیں اور وہ اپنی قومی تنظیم کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کا جوش صحیح راستہ پر چل پڑے گا اور ہندو قوم کا بہت بڑا تمدنی اور اقتصادی نقصان ہوگا۔ پس ان کی پر زور کوشش ہے کہ مسلمان اور گورنمنٹ کو لڑا کر اصل کام سے ہٹا دیں۔ اور دوسرے مسلمانوں کے جوش کو قائم نہ رہنے دیں۔ اس کا علاج یہی ہے کہ ہر شہر اور ہر قصبہ میں ۲۲ تاریخ کو ضرور جلسہ کیا جائے اگر دوسرے لوگ باوجود پورا زور لگانے کے جلسے کے انتظام میں ساتھ شامل نہ ہوں تو ہماری جماعت ہی جلسہ کر دے۔ لوگ انشاءاللہ ضرور شامل ہوں گے

ہندوؤں کی چال کو توڑنے کے لئے نیز مسلمانوں کو صحیح راستہ پر چلانے کے لئے تاکہ ان کے جوش غلط راستہ پہ نہ چل پڑیں مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے:—

(۱) گورنمنٹ سے استدعا کہ وہ آئندہ ایسا انتظام کرے کہ بزرگان دین کی ہتک نہ کی جا سکے۔

(۲) گورنر صاحب اور گورنمنٹ پنجاب کا شکریہ کہ انھوں نے کتاب "رنگیلا رسول" کے فیصلہ پر مسلمانوں کی دلجوئی کی اور اقرار کیا کہ وہ ہر طرح اس فیصلہ کو منسوخ کرانے یا قانون میں تبدیلی کرانے کی کوشش کریں گے اور اب ورتمان کے مقدمہ کو ہائیکورٹ میں منتقل کرا کے اس کا جلد فیصلہ کرانے کی کوشش سے اور بھی دلجوئی کی ہے۔

(۳) مسلمان آئندہ ان چیزوں میں جن میں ہندو مسلمانوں سے چھوت چھات کرتے ہیں ہندوؤں سے چھوت چھات کریں گے اور صبر نہ کریں گے جب تک سب مسلمانوں کو اس کا عامل نہ کرا لیں گے۔

(۴) مسلمانوں کی تمدنی اصلاح کے لئے ہر جگہ مسلمان دوکانیں کھلوائی جائیں اور مسلمان حتی الوسع ان سے سودا خریدیں۔ اسی طرح مسلمان ہندوؤں سے سودا نہ لیں اور مسلمان وکلا کے پاس اپنے مقدمات لے جائیں

(۵) تبلیغ کے کام کو ہر علاقہ میں وسیع کیا جائے

اور ادنیٰ اقوام کو زمیندار مسلمان بننے میں
پوری مدد دیں۔

(۶) اسلامی متحدہ مسائل میں سب مسلمان فرقے
مل کر کام کریں۔

(۷) گورنمنٹ سے التجا کی جائے کہ ہائیکورٹ میں
اسلامی عنصر بہت کم ہے اس کو مضبوط کیا جائے
اور کم سے کم ایک مسلمان جج پنجاب کے بیرسٹروں
میں سے فوراً مستقل جج کے طور پر مقرر کیا جائے

(۸) مسلمانوں کی آبادی پنجاب میں ۵۵ فیصدی
ہے لیکن ان کو ملازمتیں آدھی بھی نہیں ملتیں
اس لئے گورنمنٹ کو چاہیئے کہ جلد سے جلد اس
نقص کا ازالہ کرے اور پنجاب اور دہلی میں
مسلمانوں کو کم سے کم نصف عہدے دے
اور سرحدی صوبہ میں اسی (۸۰) فیصدی۔

(۹) چونکہ مسلم آؤٹ لک کے ایڈیٹر نے مقدمہ
راجپال کے متعلق جو کچھ لکھا تھا رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی محبت میں لکھا تھا اور غیر معمولی
حالات میں لکھا تھا اس لئے گورنمنٹ مالک
اخبار مسلم آؤٹ لک اور ایڈیٹر کو بہت جلد
رہا کر کے مسلمانوں کو شکریہ کا موقع دے۔

(۱۰) چونکہ سول نافرمانی خلافت کمیٹی نے گورنمنٹ
کے منشاء کے ماتحت ترک کر دی ہے اور اس
طرح گورنمنٹ کو امن قائم رکھنے میں بہت مدد
دی ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ صاحب
بخاری اور غازی عبد الرحمٰن صاحب
اور دیگر[1] خلافت کے کارکنوں کو جو اس
تحریک کی وجہ سے قید خانہ میں ہیں آزاد
کر دیا جائے۔"

اخبار "مشرق" گورکھپور کی یاد دہانی

اخبار مشرق (گورکھپور) نے مسلمانان ہند کو
۲۲ جولائی کے جلسوں کی یاد دہانی کراتے ہوئے لکھا کہ:-
"۲۲ جولائی کو ہر مسلمان یاد رکھے۔ حضرت
امام جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے اعلان
ہوا ہے کہ ۲۲ جولائی کو بعد نماز جمعہ مسلمانان
ہندوستان ایک موثر ریزولیوشن پاس کر کے ہر
مقام سے گورنمنٹ پنجاب کے پاس بمقام شملہ
روانہ کر دیں جس میں فیصلہ ہائی کورٹ "رنگیلا رسول"
کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جائے اور ایڈیٹر
صاحب مسلم آؤٹ لک اور مالک صاحب کے
جیل خانے جانے کے خلاف اظہار ملال ہو۔ اس کی
تائید دہلی اور آگرہ سے بھی ہوئی ہے اور امید ہے
کہ ہر شہر کے مسلمان اس آئینی جدوجہد میں حصہ
لیں گے کیونکہ یہ ایک ضروری مسئلہ مسلمانوں کی
حیات و موت کا ہے۔ اگر ہمارے رسول پاکؐ
کی تحقیر ہوتی رہی تو ہم دین و دنیا دونوں
میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے۔

---

[1] یہ اصحاب "رنگیلا رسول" کتاب کے خلاف احتجاج کے جرم میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے۔

یقیناً ہماری گورنمنٹ اس پر غور فرمائے گی اس لئے کہ مسلمانانِ عالم خدا کے کسی پیغمبر کی توہین و تحقیر گوارا نہیں کر سکتے۔ خصوصاً آخری نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کے سامنے اپنی جانوں کی بھی پرواہ نہیں کرتے"

(اخبار مشرق گورکھپور ۲۴ جولائی ۱۹۲۷ء)

مبلغین احمدیت کی ناقابل فراموش مساعی

حضرت امام جماعت احمدیہ نے جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ کے معاً بعد جہاں مسلمانانِ ہند کو اتحاد اور وحدتِ عمل کی منظم تحریک فرمائی۔ وہاں ساتھ ہی ملک کے اطراف و جوانب میں ایسے فرض شناس احمدی مبلغ مقرر فرمائے جو مسلمانوں کو پیش آمدہ خطرات اور اس کے علاج اور عملی تدابیر سے آگاہ کریں اور پبلک جلسوں سے خطاب کر کے انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی ترغیب دیں اور جہاں ان مبلغین کا پہنچنا مشکل تھا وہاں یہ کام مقامی احمدیہ جماعتوں کے عہدیداران کے سپرد فرمایا۔

(الفضل یکم جولائی ۱۹۲۷ء)

چنانچہ اس زمانہ میں احمدی جماعتوں کے عہدیداران نے عموماً اور مبلغین احمدیت نے خصوصاً اتحاد بین المسلمین کی مساعی میں قابل قدر اور نمایاں حصہ لیا۔ اس سلسلہ میں سلسلہ احمدیہ کے آرگن "الفضل" اور دوسرے مسلمان اخبارات کی رپورٹوں میں مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری فاضل، مولانا غلام احمد صاحب بدوملہوی، مولانا قمرالدین صاحب، حضرت میر محمد اسحٰق صاحب، حضرت میر قاسم علی صاحب، حضرت مولوی محمد الدین صاحب اور حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی کا خاص طور پر تذکرہ ملتا ہے۔ اس جگہ بطور مثال روہڑی سکھر کے ایک عظیم الشان جلسہ کا ذکر کافی ہوگا۔

روہڑی سکھر میں مسلمانوں کا یادگار اجتماع

یہ جلسہ ۱۷، ۱۸ جولائی ۱۹۲۷ء کو منعقد ہوا جس میں مولانا (ابوالعطاء) اللہ دتہ جالندھری نے دریائے مسلمانوں کے بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا۔ آپ کی تقاریر اتنی مؤثر دلپذیر اور انقلاب آفریں تھیں کہ سامعین نے بار بار اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے۔ (الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۲۷ء)

اس جلسہ کی کارروائی سکھر کے سندھی اخبار سندھ زمیندار نے اپنی ۲۰ جولائی ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں درج کی تھی جس کے متعلقہ حصہ کا ترجمہ[1] ذیل میں بہ تمامہٖ درج کیا جاتا ہے:۔

"فدائیانِ رسولِ مقبول کا شاندار جلوس"

اخوتِ اسلامی کا دلفریب منظر

مسلمانانِ سکھر کا عدیم المثال اجتماع

علماء کرام کی دلولہ خیز تقاریر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

آج مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال درپیش ہے۔ حضور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پر ناپاک حملے کے سبب اور جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ سے ساتِ کروڑ مسلمانوں کے دل مجروح

---

[1] یہ ترجمہ مولوی بشارت احمد صاحب بشیر نے کیا ہے

کرنے والے فیصلہ کے بعد مسلمانوں نے اپنی ہستی کا زندہ ثبوت دینے کا عزم کر لیا ہے۔ آج ہند اور سندھ کے تقریباً ہر شہر، ہر قصبہ، ہر گاؤں میں بیہودہ یاوہ گو آریہ مصنف راجپال کی حیا سوز تصنیف، اور مسٹر جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ کے خلاف غصہ اور نفرت کے ریزولیوشن پاس ہو رہے ہیں اور بمصداق "عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد" مسلمانان سندھ ملک کے ہر گوشہ میں تبلیغی انجمنیں قائم کرکے مقابلہ کے لئے تیار ہو چکے ہیں۔ چنانچہ سیالکوٹ کی تبلیغی انجمن جس کے اس دردانگیز اور جانکاہ واقعہ سے قبل صرف چند ممبر جو انگلیوں پر شمار کئے جا سکتے تھے۔ اب ہزارہا ممبر بن رہے ہیں اور انشاء اللہ العظیم جب کبھی بھی جماعت نے منظم کارروائی کرنے کا عزم بالجزم کیا تو ایک قلیل مدت میں شہر کا بچہ بچہ اس کا ممبر بن جائے گا۔ اس جماعت کی زیر سرپرستی اتوار، پیر اور منگل کو عظیم الشان اجلاس منعقد ہو چکے ہیں۔ اس کی مختصر کارروائی آج ہم قارئین کرام کی دلچسپی کے باعث درج ذیل کرتے ہیں۔

شاندار جلوس

آج اتوار کی صبح کو مقررہ وقت سے قبل علماء کرام اور معزز مہمانوں کے استقبال کے لئے کثرت سے مسلمان اسٹیشن پر جمع ہو چکے تھے۔ مسلم رضاکاروں کی فوج ساز و سامان سے آراستہ شاہراہ کے دونوں طرف صف آرا سلامی دینے کے لئے ایستادہ نظر آ رہی تھی اور معزز مہمانوں کی آمد تک ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔ عین ایسے وقت میں جبکہ پنجاب کے معزز لیڈروں میں شیخ محمد امین صاحب بیرسٹر اور مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری نمودار ہوئے تو مسلمانوں نے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں سے ان کا استقبال کیا۔ جلوس کے آگے آگے بینڈ باجوں کی دلکش اور پرترنم آواز اور رضاکاروں کی پیادہ اور گھوڑ سوار فوج جو اپنی یونیفارموں میں ملبوس تھے اور مسلمانوں کا عظیم اجتماع اور اللہ اکبر کے بلند روح پرور نعرے اور معزز مہمانوں کی گھوڑا گاڑی کی سواریوں کا منظر ہر دیکھنے والے پر رعب طاری کر رہے تھے۔"

علمائے کرام کی ولولہ انگیز تقاریر — ۱۷ تاریخ کی مختصر کارروائی

مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری کی پرجوش تقریر

مولانا تاج محمود صاحب امروٹی کے کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہونے اور بلبلان خلافت کی نغمہ سرائی کے بعد مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کے سابقہ عروج اور موجودہ تنزل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ کیا وجہ ہے کہ اسلام کے دور اول میں سات صد مسلمانوں نے دنیا پر غلبہ حاصل کرنے کا عزم بالجزم کیا مگر آج ہم سات کروڑ مسلمان ہندوؤں سے دبتے ہیں آخر ڈاکٹر مونجے کو مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال دینے کے خیال

کی جرأت کیسے پیدا ہوئی؟ کیا وجہ ہے کہ ہندو ہمیں ہضم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کا باعث صرف یہ ہے کہ ہم میں نہ سلف صالحین والا جذبہ باقی ہے اور نہ ہی اپنے پیغمبر کے لئے دلوں میں محبت ہی موجود ہے۔ راجپال والے مقدمے اور مسلمانوں کی گرفتاری والے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا جو کچھ اس وقت پنجاب میں ہو رہا ہے اس سے سندھ، ہندوستان بلکہ افغانستان کے مسلمان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جنہوں نے یہ کتاب دیکھی ہے ان کے دل دکھ اور درد سے پاش پاش ہو چکے ہیں۔ آج ہندو حضرت عیسیٰؑ کو گالیاں نہیں دیتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ عیسائی ایک طاقتور قوم ہے مگر وہ ہمیں کمزور سمجھتے ہیں اور ہمارے نبی کو گالیاں دیتے ہیں۔ ہندو قوم کو آئندہ گالیاں دینے سے باز رکھنے کے لئے آپ نے جو علاج تجویز فرمایا اس پر بحث کرتے ہوئے کہا۔ ہندو تھوڑی قوم ہے اور مال و دولت پر قابض ہے۔ ہندوؤں کو بیاج (سود) مسلمانوں سے صرف ایک کروڑ روپیہ سالانہ وصول ہوتا ہے پھر فرض کیجئے کہ ایک مسلمان صرف ایک سال میں ایک پیسہ کا سودا سلف ہندو سے لیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں کا سات کروڑ روپیہ ہندوؤں کی جیب میں چلا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہندو زر کے زور پر اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اطہر پر غلیظ اور حیا سوز حملے کرتے ہیں

درحقیقت ہندوؤں نے ایسا کر کے مسلمانوں پر ایک احسان کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کی خفتہ روح کو بیدار کر رہے ہیں۔ چھوت چھات کے مسئلے سے ہندو فائدہ میں ہیں کہ وہ کسی غیر ہندو کے ہاتھ کی چیز نہیں کھائیں گے۔ اور ہندو کا پیسہ ہندو کے گھر میں ہی رہا۔ ہندو ماتا اپنے بچے کو گود میں جو پہلا سبق دیتی ہے وہ یہی ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ کا مت کھانا۔ اس لئے وہ ہندو بچہ سن طفولیت سے ہی مسلمانوں سے نفرت کرتا ہے اور دین اسلام کو حقیر سمجھتا ہے۔ اسلام بے شک رواداری کا سبق دیتا ہے مگر ہماری یہ رواداری بے غیرتی کی حد تک پہنچ چکی ہے۔ اگر ہندو مسلمانوں سے چھوت چھات کی بنا پر نفرت کرتے ہیں تو ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم ان سے پرہیز کریں۔ یہ جنگ کی طرح ہے۔ اس تعلیم کا موجد بھی ہندو ہے۔ ہمارا نبی اور صحابہ کرام تاجر تھے۔ اسلام ہر قسم کی تجارت کی تعلیم دیتا ہے مسلمانو! تم نے تجارت سے غفلت برت کر ہندو کے سامنے اپنے آپ کو ذلیل کر دیا ہے۔ اس قدر کہ وہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے ہیں۔ کیا ان حالات کے بعد تم ہندوؤں کے ہاتھ کا کھانا پسند کرو گے۔ اگر کوئی شخص تمہارے باپ کو گالیاں دے، کھانا پینا تو درکنار اس کی شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرو گے۔ اس لئے آئندہ ہمیں یہ عہد کرنا ہوگا کہ چونکہ دریدہ دہن ہندو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر حملے کر رہے ہیں اس

تھے ہم ان ہندوؤں کے ہاتھ کا کھانا ہرگز نہیں کھائیں گے۔ امید ہے کہ اس طرح وہ لوگ دشنام طرازی سے باز آجائیں گے۔"

(ترجمہ از سندھی اخبار سندھ زمیندار)

مسلمانوں میں اقتصادی آزادی کی زبردست لہر

حضرت امام جماعت احمدیہ کی قیادت اور مبلغین احمدیت اور دیگر درد مند دل رکھنے والے غیر احمدی مسلم زعما کی متحدہ و مشترکہ مساعی کے نتیجہ میں چند دنوں کے اندر اندر مسلمانوں میں زندگی کے نئے آثار پیدا ہو گئے اور ان میں ہندوؤں کی اقتصادی غلامی سے نجات پانے اور آزادانہ فضا میں سانس لینے کی زبردست لہر دوڑ گئی۔ پنجاب، سرحد کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے حصوں میں بھی مسلمانوں کی ہزاروں نئی دکانیں کھل گئیں اور ان میں ترقی، خودداری اور تحفظ حقوق کی بے مثال روح پیدا ہو گئی۔

ایک متحدہ قومی پلیٹ فارم کے قیام کا جامع پروگرام

حضرت امام جماعت احمدیہ کے نزدیک ۲۴ جولائی کے ملک گیر احتجاجی جلسوں کی اصل اہمیت یہ تھی کہ آپ ان کے ذریعہ مسلمانان ہند کو ایک فعال، ملک گیر اور متحدہ پلیٹ فارم مہیا کرنا چاہتے تھے تا مسلمان اپنے قومی، ملی اور سیاسی حقوق و مطالبات کی انتہائی جدوجہد کے لئے منظم ہو جائیں اور ہندو راج کے منصوبوں کو سپرد خاک کر دیں۔ چنانچہ آپ نے اس تاریخی دن کے لئے ایک نہایت اہم اور پُر شوکت مضمون سپرد قلم فرمایا۔ یہ مضمون مختلف مقامات کے جلسوں میں پڑھ کر سنایا گیا۔ حضورؓ نے اس میں تحریر فرمایا:—

(الف) "دشمنان اسلام کے دلی ارادوں کو شدھی اور سنگھٹن کی شکل میں ظاہر کر دیا ہے جن کا سب سے گندہ پہلو وہ ناپاک اور گندہ لٹریچر ہے جو اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف لکھا گیا رہا ہے۔ ہندوؤں کی عداوت کے اس خطرناک اظہار سے سوتے ہوئے مسلمان بھی بیدار ہو رہے ہیں اور ان میں بھی صحیح اصول پر کام کرنے کا جوش پیدا ہو رہا ہے۔ چنانچہ پچھلے دو ماہ میں اقتصادی غلامی سے آزادی کے لئے چھوت چھات کی تحریک بڑے زور سے مسلمانوں میں جاری ہے اور اس کا زبردست اثر پیدا ہو رہا ہے۔ اس وقت تک ہزاروں دکانیں مسلمانوں کی کھل چکی ہیں اور لاکھوں روپیہ کا فائدہ مسلمانوں کو ہو چکا ہے۔ ہندو ساہوکار سے سود پر روپیہ لینے کے خلاف ایک کام زور جاری ہے جو اگر کامیاب ہو گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ کلی طور پر مسلمانوں کو ہندوؤں کے قبضہ سے آزاد کرا دے گی۔ کفایت شعاری کی تحریک مسلمانوں میں پیدا ہو رہی ہے تنظیم کی طرف وہ متوجہ ہو رہے ہیں اور اپنے کھوئے ہوئے حقوق لینے کی بھی انہیں فکر پیدا ہونے لگی ہے۔"

(ب) "اے بھائیو! یہ جلسہ اس جدوجہد کا پہلا مظاہرہ ہے نہ کہ اس کا اختتام، اس قدر عظیم الشان کام ایک دن میں نہیں ہو جاتے وہ مہینوں یا سالوں کی کوشش چاہتے ہیں۔ اور بہترین دماغوں کی خدمات اور بہت بڑی وقتی اور مالی قربانیوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ پس آپ لوگ اس جلسہ میں شامل ہو کر یہ خیال نہ کریں کہ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اس جلسہ میں تو جو کچھ آپ نے کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اپنے اپنے بھائیوں کے سامنے یہ اقرار کیا ہے کہ ہم اسلام کی ترقی کے لئے ہر ایک قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں مگر صرف اقرار کر دینے سے کام نہیں ہو جاتے اصل کام اس جلسہ کے بعد شروع ہو گا جبکہ آپ کی آزمائش ہوگی کہ آپ اپنے عہد کو اپنے عمل سے پورا بھی کرتے ہیں یا نہیں۔"

(ج) "اس کام کے لئے ہر شہر، ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں ایسی کمیٹیاں بننی چاہئیں۔ جن میں ہر ایک فرقہ کے آدمی شامل کئے جائیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ وہ معاملات جو دشمنان اسلام کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں یا سیاسی ہیں۔ ان میں اسلام کی تعریف یہی ہے کہ ہر ایک شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے وہ مسلمان ہے دشمن بھی یہی تعریف اسلام کی سمجھتا ہے اور وہ اس تعریف کے مطابق ہم سے سلوک کرتا ہے پس اس تعریف کے مطابق ہم کو بھی ہر ایسے معاملات میں کام کرنا چاہیئے اور باقی تعریفوں کو خالص مذہبی معاملات تک محدود رکھنا چاہیئے کہ یہی ایک راہ صلح کی ہے۔"

(الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۲۷ء)

ہندوستان کے طول و عرض میں قومی اتحاد کا روح پرور منظر

۲۲ جولائی ۱۹۲۷ء کے جلسوں کے ذریعہ ایسا روح پرور منظر دیکھا گیا جس کی مثال بن ازیں برطانوی حکومت میں نہیں پائی جاتی۔ جس پر مسلمان اخبارات مثلاً سیاست، زمیندار، انقلاب، مشرق، آزاد ہند مدراس وغیرہ گواہ ہیں۔ ۲۲ جولائی ۱۹۲۷ء کو سینکڑوں نہیں ہزاروں جلسے منعقد ہوئے۔

شاہی مسجد لاہور کا پُرشکوہ جلسہ

روزنامہ سیاست لاہور نے ۲۴ جولائی ۱۹۲۷ء کو "چالیس ہزار مسلمانوں کا شاہی مسجد میں اجتماع" کے زیر عنوان لکھا:۔

"لاہور ۲۳ جولائی۔ حسب اعلان کل شب کو شاہی مسجد میں مسلمانان لاہور کا عظیم الشان اجتماع شاہی مسجد میں منعقد ہوا اگرچہ جلسہ کے پوسٹر وغیرہ میں اعلان ۹ بجے کا تھا

مگر حاضرین بعد مغرب ہی سے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ جلسہ میں قریب قریب مسلمانوں کی ہر ایک جماعت ہر طبقہ اور ہر راسخ کے اصحاب موجود تھے معززہ محترم مولانا محمد علی۔ خواجہ غلام محمد صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور حکیم محمد حسن صاحب قرشی پرنسپل طبیہ کالج۔ فدائے ملت سید حبیب کے بھائی سید عنایت شاہ صاحب، مولانا غلام مرشد صاحب، مولانا ذوالفقار علی خان، احمدی برادر مولانا حاجی محمد علی صاحب کے علاوہ شہر کے دیگر معززین و رؤسا بھی جلسہ میں موجود تھے .... جلسہ کی کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن شریف سے ہوا اس کے بعد صدر جلسہ مولانا محمد علی جوہر تقریر کرنے کو کھڑے ہوئے ....

مولانا نے فرمایا کہ سنی، شیعہ، حنفی، وہابی سب کو ایک مرکز پر متحد ہو کر حکومت سے مطالبہ کرنا ہے کہ ہم کسی کی رائے اور کسی کے قیاس پر چلنا نہیں چاہتے خواہ جسٹس دلال کی کچھ رائے ہو اور کنور دلیپ سنگھ خواہ کچھ کہتے ہوں ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمیں ایک بالکل صاف اور واضح قانون بنا دینا چاہیئے جس میں اشتباہ کی گنجائش نہ ہو۔ اگر کوئی شخص کسی مذہب کے پیشوا کی توہین کرے تو اس کو ہر حالت میں سزا دی جائے

اس کے بعد مولانا نے مسلمانوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ رسول اکرمؐ کے عشق میں ہمارا دل و جان قربان ہے۔ مگر اس کام میں دل و جان کام آئیں گے ساتھ ساتھ ہم کو دماغ سے بھی کام لینا چاہیئے"

مولانا محمد علی جوہر کی ولولہ انگیز تقریر کے بعد اس عظیم الشان جلسہ میں موقعہ کے مناسب ضروری قراردادیں بالاتفاق پاس ہوئیں اور ایک بجے شب کے قریب یہ جلسہ ختم ہوا۔

پرجوش اور غیور سرحدی مسلمانوں کا انتہائی اقدام

۲۴ جولائی کے تمام عظیم الشان جلسے مسلمانانِ ہند کے اتحاد، غیرتِ ملی، احساسِ ذمہ داری کے علاوہ آئینی وقت کی پابندی اور احترام کے بھی آئینہ دار تھے مگر اس روز جو جلسہ قلعہ جمرود کے پاس انعقاد پذیر ہوا اس میں کسی مرکزی ہدایت یا اجازت و راہنمائی کے بغیر ایک انتہائی اقدام کا فیصلہ کر لیا گیا اور وہ یہ کہ ان کا اقتصادی بائیکاٹ کرنے کے علاوہ غیر علاقہ میں آباد ہندو قبائل کو نکل جانے کا الٹی میٹم دے دیا اور اس پر فی الفور عمل درآمد بھی شروع کر دیا گیا۔

لاہور کے ہندو اخبار "بندے ماترم" نے زیارت شلی بابا جمرود کے جلسہ کی قراردادیں بایں الفاظ شائع کیں:

(۱) "جس قدر ہندو قبائل غیر علاقہ میں آباد ہیں وہ اپنے اپنے علاقوں سے خارج کئے جائیں

(۲) کوئی مسلمان کسی ہندو سے ایک پیسے کا سودا نہ خریدے۔ خواہ وہ ہندو علاقہ افغانستان میں سکونت پذیر ہو یا غیر علاقہ میں۔

(۴) تمام قبائل پنجاب اور ہندوستان کے مسلمانوں سے ان کے تمام قومی اور مذہبی معاملات میں متفق ہیں۔ نیز (پولیٹیکل) ایجنٹ کو ایک درخواست بدیں مضمون دی گئی ہے کہ چونکہ پیغمبر اسلام کے خلاف ہندوستان میں کتابیں چھپی ہیں اس لئے قبائلی سرحدی سخت ملول ہیں اگر کتابیں چھاپنے والوں کو اور ان کو امداد دینے والوں کو سزا نہ دی گئی تو سخت فساد ہو جائے گا۔"

(ہندو سماچار لاہور۔ ۳۰ جولائی ۱۹۲۷ء)

اخبار "دی ہندو ہیرلڈ" کا تبصرہ

ہندو آبادی کے اخراج کے فیصلہ میں جماعت احمدیہ کا کوئی دخل نہ تھا مگر اخبار "دی ہندو ہیرلڈ" نے اس خبر پر جو تبصرہ کیا۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔

"جیسا کہ متوقع تھا۔ خلافتیوں اور احمدیوں کی ان کارروائیوں نے جو سرحدی اضلاع میں کی گئیں اور جو سراسر برطانوی سلطنت کے منشاء کے سراسر خلاف تھیں۔ ہندو انڈیا کو حیرت زدہ بھی کیا اور صدمہ بھی پہنچایا۔"

(دی ہندو ہیرلڈ۔ ۱۷ اگست ۱۹۲۷ء)

حضرت امام جماعت احمدیہ کا مسلمانانِ سرحد کو مشورہ:

حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس افسوسناک اطلاع پر ہندوؤں کو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۹۵ طبع چہارم کی اس تعلیم کی طرف توجہ دلائی کہ:۔

"وید کی برائی کرنے والے منکر کو ذات، جماعت اور ملک سے نکال دینا چاہیئے"

نیز فرمایا کہ اگر ویدوں کی برائی کرنے والے کو اخراج ملک کی سزا جرم نہیں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے والے شخص کو سرحد سے نکالنا کیونکر گناہ ہے؟ مگر دوسری طرف آپ نے مسلمانانِ سرحد سے فرمایا کہ ہم قرآن کریم کے ماننے والے ہیں جو رحم اور صلح کی تعلیم دیتا ہے پس جو ہندو مسلمانوں کے چھوت چھات اختیار کرتے اور سود ترک کرنے کے باوجود ان کے ملک میں رہنا چاہیں۔ انہیں امن اور پیار سے زندگی بسر کرنے دیں۔ آپ نے مزید مخلصانہ مشورہ دیا کہ:۔

"افغانستان، روس اور ہزارہ کی تجارت کروڑوں روپیہ کی ہے اور یہ سب کی سب ہندوؤں کے قبضہ میں ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ جلد سے جلد اس تجارت کو ہاتھ میں لے کر اسلام کی مدد کریں ...... اپنی دوکانیں کھولیں اور کم سے کم اسلامی ممالک کی تجارت تو اپنے ہاتھ میں لیں۔"

(الفضل۔ ۲ اگست ۱۹۲۷ء ص ۲)

ہندوؤں کو اتحاد المسلمین سے شدید خطرہ کا احساس

تحریک شدھی کے دوران جماعت احمدیہ کے مقابل

ناکامی کا منہ دیکھنے کے بعد یہ دوسرا امر تھا جبکہ ہندوؤں کو مسلمانوں کی قوتِ اتحاد سے شدید خطرہ کا احساس ہوا چنانچہ آریہ اخبار "تیج" (دہلی) نے اس کا یوں اظہار کرتے ہوئے لکھا:۔

"ویسے تو آج کل مسلمان بھائیوں کا قریب قریب ہر ایک فرقہ ہندوؤں کا مخالف ہو رہا ہے مگر احمدی مسلمان ہندو جاتی کو بدنام اور تباہ و برباد کرنے کے لئے جو انتھک کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی مثال مسلمانوں کا کوئی دوسرا فرقہ نہیں پیش کر سکتا یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ کہ اس فرقہ کے عالم وجود میں آنے کی غرض و غایت ہی ہندوؤں اور خاص کر آریہ سماجیوں کو تباہ و برباد کرنا تھی۔"

"یہ جو اب تک ہوتا رہا ہے مسلمانوں کی انفرادی کوششوں کا نتیجہ تھا اب ایک زبردست اور منظم جماعت اس کام کے لئے تیار ہو چکی ہے۔ تو البشور جانے کیا ہو جائے گا۔"

(اخبار "تیج" ۲۳ جولائی ۱۹۲۷)

جماعت احمدیہ کی بیرونی ممالک میں جدوجہد اور "آریہ گزٹ"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اتحاد اسلامی کی نسبت جو اہم آواز ہندوستان میں اٹھائی اس کو لندن اور دوسرے ممالک کے احمدی مبلغوں نے پوری قوت و شوکت سے سرکاری و غیر سرکاری اور عوامی حلقوں میں بھی بلند کیا جس پر اخبار "انقلاب" لاہور کے قائل گواہ ہیں۔ ہندو اخبار "آریہ گزٹ" لاہور (۱۱ اگست ۱۹۲۷ء) نے لکھا:۔

"معلوم ہوا ہے کہ لنڈن کے احمدی مشنری دیار مغرب یا اثر حلقوں میں رنگیلا رسول کے سلسلہ میں طرح طرح کی غلط بیانیاں کرتے پھرتے ہیں اور ان کی یہ تحریص کوشش ہے دریچے کامیاب ہو رہی ہے۔ ہندوستان میں جو کچھ ہوا سو ہوا لیکن ہم ہندوؤں کو صاف طور پر بتلا دینا چاہتے ہیں کہ انگلستان میں احمدیوں کی پھیلائی ہوئی غلط بیانیاں ہمارے لئے زہر قاتل سے زیادہ نقصان دہ ہوں گی ہم نے ہندوستان میں انہیں اچھی ٹیٹن سے غفلت برتی اور اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اس تلخ تجربہ کے بعد اب بھی ہمارا خاموش رہنا ایک تباہ کن حماقت ہوگی۔ ہمیں یقین ہے کہ جو کچھ انگلستان میں ہو رہا ہے وہی کچھ یورپ کے دیگر ممالک اور امریکہ میں ہوتا ہو گا کیونکہ احمدیہ جماعت کا جال ہر جگہ پھیلا ہوا ہے"

(بحوالہ الفضل ۲ ستمبر ۱۹۲۷ء صٹ)

تقسیم ہند اور پاکستان کا تخیل

متعصب ہندو ۱۸۵۷ء سے یہ خواب دیکھ رہے

تھے کہ وہ انگریز کے چلنے کے بعد بآسانی ہندو راج قائم کر کے مسلمانوں کو اپنا دائمی غلام بنا لیں گے۔ جیسا کہ ایک آریہ لیڈر جودلشن بھکتی نے ۵ جنوری ۱۹۲۷ء کو کہا:۔

"یہ ملک آریوں کا ہے ...... آج اسلام تھر تھر کانپ رہا ہے اسی طرح کل کو جب آریہ جرنیل سوامی شردھانند کا پوتر خون رنگ لائے گا تو دیکھنا اسلام کی یہ شکل وصورت ہی باقی نہیں رہے گی جو اس وقت ہے اس وقت یا تو مناسب اصلاح ہو جائے گی اور یا لوگ عبدالرشید اور محمد امین کو رام سیوک اور رام دلارے کے نام سے پکارتے ہوئے دیکھیں گے اور ہندوستان میں آریہ سوراجیہ کا جھنڈا کوہ ہمالیہ کی سب سے بڑی چوٹی پر لہرا کر ایک دنیا دیکھے گی۔"

(اخبار "آریہ ویر" ۲۵ جنوری ۱۹۲۷ء)

قبل ازیں اخبار ملاپ (۱۵ مئی ۱۹۲۵ء) نے اعلان کیا کہ:۔

"ہم بھی ایک نیا گل کھلائیں گے اور اس گل کی مہک کابل سے کلکتہ اور کشمیر سے راس کماری تک پھیل جائے گی...... اس سے ہندو ریاست قائم ہو گی یا پورن شدھی ہو گی اور افغانستان اور سرحد کی فتح ہو گی۔"

اسی بنا پر سر عبدالرحیم نے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس ۱۹۲۵ء منعقدہ علی گڑھ میں اپنے خطبۂ صدارت کے دوران فرمایا:۔

"جس طرح اسپین والوں نے مورس (مسلمانوں) کو اسپین سے نکال ڈالا اسی طرح مسلمانوں کو ہندوستان سے نکال ڈالنے کے لئے چند ہندو لیڈروں نے بھی کھلم کھلا طور سے اعلان کر دیا ہے۔"

(قائداعظم محمد علی جناح صفحہ ۱۹۶ از مولانا رئیس احمد جعفری طبع دوم جون ۱۹۴۷ء)

لیکن دو سال بعد جبکہ ۲۴ر جولائی ۱۹۲۷ء کو حضرت امام جماعت احمدیہ اور آپ کے خدام کی مساعی سے برطانوی ہند کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر مجتمع ہو گئے اور پورے ملک کے مسلمانوں پر ہندو عزائم بے نقاب ہونے شروع ہوئے تو وہ ہندو لیڈر جو حیدرآباد سے سرحد بلکہ افغانستان تک کے علاقہ کو اپنی سلطنت کے زیر نگین کرنے کے منصوبے باندھ رہے تھے تقسیم "ہندوستان" اور "مسلمستان" کے قیام کو یقینی سمجھنے لگے چنانچہ اخبار "بندے ماترم" نے ۳۰ر جولائی ۱۹۲۷ء کی اشاعت میں سرحد کے آزاد علاقہ سے ہندوؤں کے اخراج کی خبر دینے کے بعد لکھا:۔

"ہم سمجھتے ہیں کہ شاید اس میں بھی پرماتما نے کوئی بہتری ہی سوچ رکھی ہو۔ اس علاقہ میں ہندو دائمی تشویش و خطرہ کی زندگی گزارتے تھے اور حقیقی معنوں میں مسلمانوں کے رحم پر تھے اب سرکاری علاقہ میں آ جانے سے کم از کم وہ ان خطرات اور تشویش سے تو آزاد ہو جائیں گے لیکن ہمیں جس بات کا خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ کہیں اخراج کی وبا ہندوستان میں بھی نہ پھیل جائے۔ اگر ایسا ہوا تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ان علاقوں میں جہاں ہندوؤں کی کثرت ہے

اور مسلمان آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں مسلمانوں کے لئے رہنا ناممکن ہو جائے گا۔ اس دنیا کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوستان دو حصوں میں منقسم ہو جائے گا ایک وہ جسے حقیقی معنوں میں ہندوستان کہا جا سکے گا اور دوسرا مسلمستان"۔

(اخبار بندے ماترم ۳۰ جولائی ۱۹۲۷ء)

کلمۂ اختتام

یہ ہے تاریخ پاکستان کا ایک نہایت اہم اور فراموش شدہ باب جسے پاکستان کے وقائع نگار برسوں سے یکسر نظر انداز کر رہے ہیں مگر اب وقت آگیا ہے کہ ہماری نئی نسل کو اصل حقائق سے روشناس کیا جائے اور اسے ان تاریخی واقعات کا پورا پورا علم حاصل ہو جن سے مسلمانانِ ہند کے قلوب و اذہان میں اپنی سیاسی جدوجہد کے لئے انقلاب برپا ہوا اور وہ ایک نئے جوش، زبردست ذوق و شوق، اور تازہ ولولہ کے ساتھ اپنی منزل آزادی کی طرف رواں دواں ہو گئے۔

بلاشبہ ۱۹۲۷ء میں جبکہ مسلمانانِ ہندوستان ملّی کے متفقہ پلیٹ فارم پر جمع ہوئے بقول مولانا رئیس احمد جعفری حضرت قائد اعظم مسلمانوں کے عوامی لیڈر نہ تھے وہ جداگانہ انتخاب کو بھی (بعض شرائط کے ساتھ) ترک کر دینے پر آمادہ تھے اور اونچے سیاسی حلقوں میں ہندو مسلم مفاہمت کے سفیر یا مرکزی حیثیت سے یاد کئے جاتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے لیڈر کو اتنی تیزی سے پامال کیا بلکہ

آپ نے ہندوؤں کے منصوبوں کو جو وہ ہندو راج کے لئے در پردہ باندھ رہے تھے فی الفور بھانپ لیا۔ اور پھر اسی بے پناہ قومی جوش و خروش کو جو ۱۹۲۷ء میں پہلی بار ہند کے مسلمانوں میں پیدا ہوا بالآخر اپنی سیاسی فراست، خداداد ذہانت، قانونی قابلیت، غیر معمولی محنت و استقلال، جذبہ اتحاد، غیر متزلزل یقین اور آہنی عزم کے ساتھ ایک عظیم الشان برقی قوت و طاقت میں بدل ڈالا اور اسی کا نام مطالبہ پاکستان ہے جو ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم لیگ کے تاریخی اجلاس میں پیش کیا گیا اور اللہ کے فضل و کرم سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ
لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

ماہنامہ الفرقان کے لئے اشتہارات

موجودہ گرانی میں اخبارات و رسائل کے لئے اشتہارات ایک بنیادی ضرورت ہے احباب تعاون فرما کر رسالہ کے لئے اشتہار مہیا فرمائیں۔ نرخ درج ذیل ہے۔

(۱) اندرونی صفحہ — یکصد روپیہ
" نصف صفحہ — پچاس روپیہ
" ¼ " — تیس روپے
(۲) ٹائیٹل بیرونی آخری — دو صد روپے
" اندرونی — ڈیڑھ صد روپے

(منیجر الفرقان ربوہ)

فریق لاہور کے تین اعتراف

(۱)

فریق لاہور (منکرینِ خلافتِ احمدیہ) کے چند اعترافات درج ہیں۔ ان کے جنرل سیکرٹری صاحب نے احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کی باسٹھویں سالانہ رپورٹ" شائع کی ہے۔ جو ہمارے سامنے ہے اس میں لکھا ہے :۔

اوّل : " ایک عرصہ سے ہمارے احباب نے وصیت کے بارہ میں عدم توجہی اختیار کی ہوئی ہے حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کی اہمیت پر بڑا زور دیا ہے اور ہر احمدی کے لئے اسے ضروری قرار دیا ہے۔ امام وقت کے ارشادات نیچے سامنے سے اِدھر اُدھر نہ ہونے دیں۔ اسی میں ہماری عافیت اور فلاح و بہبود کے سب سامان موجود ہیں۔" (ص۲۹)

دوم : " پیغام صلح کو انجمن کے قومی آرگن کا درجہ حاصل ہے ...... اس اخبار کی آمد برائے نام ہے جو بمشکل ۱۵۰ روپیے سالانہ کو پہنچتی ہے ...... بیشتر پرچہ رعائتی چندہ پر اور مفت تقسیم ہوتا ہے۔" (ص۳۶)

(۲)

جون ۱۹۷۶ء میں ایک پمفلٹ فریق لاہور کی طرف سے "چیئرمین کمیٹی تبلیغ بلادِ غیر" کے نام سے بعنوان "ایک مختصر جائزہ" شائع ہوا ہے۔ اس میں بھی ایک اعتراف درج کیا گیا ہے کہ :۔

سوم : " ووکنگ مسلم مشن کی واضح افسوسناک مثال ہمارے سامنے ہے وہاں جماعت نہ بنی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسم مبارک پیش نہ کیا گیا تو اس کا انجام حسرتناک ہی ہوا۔ آج وہاں دھول اُڑ رہی ہے اور ہُو کا عالم طاری ہے۔ اسلام وہی زندہ اسلام ہے جو حضرت مجدّدِ زماں علیہ السلام نے پیش کیا اور اس کے پیش کرنے کے لئے ایک مخلص اور متقی جماعت کی ضرورت ہے۔"

(ایک مختصر جائزہ ص۱)

ہم ان غلطی خوردہ بھائیوں سے عرض کرتے ہیں کہ مقامِ شکر ہے کہ ۱۹۱۴ء سے خلافتِ ثانیہ سے علیحدہ ہو کر آپ جس غلطی میں مبتلا تھے۔ اس کا اب آپ کو احساس ہو رہا ہے لیکن بہت دیر کے بعد۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ آپ اصل جماعت کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ "باسٹھویں سالانہ رپورٹ" کے لفظ سے بھی ظاہر ہے کہ آپ خود بھی اپنے آپ کو اصل جماعت سے الگ سمجھتے ہیں۔

O

سلسلہ وار قسط (۲)

سوالات اور اُن کے جوابات

کئی لوگ اس بات سے آگاہ نہیں کہ قبر پر جا کر کیا پڑھنا چاہیئے اور کس قسم کی دعا مانگنی چاہیئے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اس امر کے بارہ میں جبکہ آپ ۱۱ر جنوری ۱۹۰۶ء کو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی تو دعا کے بعد کسی شخص نے چند سوالات کئے۔ ان سوالات کے جو جواب حضور علیہ السلام نے دیئے۔ قارئین الفرقان کی آگاہی کے لئے ذیل میں انہیں درج کیا جاتا ہے:-

سوال ۱: قبر پر کھڑے ہو کر کیا پڑھنا چاہیئے؟

جواب: میّت کے واسطے دعا کرنی چاہیئے کہ خدا تعالے اس کے ان قصوروں اور گناہوں کو بخشے جو اس نے اس دنیا میں کئے تھے اور اس کے پسماندگان کے واسطے بھی دعا کرنی چاہیئے۔

سوال ۲: دعا میں کونسی آیت پڑھنی چاہیئے؟

جواب: یہ تکلّفات ہیں۔ تم اپنی ہی زبان میں جس کو بخوبی جانتے ہو اور جس میں تم کو جوش پیدا ہوتا ہے میّت کے واسطے دعا کرو۔

سوال ۳: کیا میّت کو صدقہ و خیرات اور قرآن شریف کا پڑھنا پہنچ سکتا ہے؟

جواب: میّت کو صدقہ خیرات جو اس کی خاطر دیا جائے پہنچ جاتا ہے لیکن قرآن شریف کا پڑھ کر پہنچانا حضرت رسول کریم صلّے اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے ثابت نہیں۔ اس کی بجائے دعا ہے جو میّت کے حق میں کرنی چاہیئے۔ میّت کے حق میں صدقہ و خیرات اور دعا کا کرنا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی سنّت سے ثابت ہے۔ لیکن صدقہ وہ بہتر ہے جو انسان اپنے ہاتھ سے دے جائے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے انسان اپنے ایمان پر مہر لگاتا ہے۔

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۴۰۵)

(مرسلہ: محترم شیخ مبارک احمد صاحب فاضل)

سوال ۴: آپ نے جنوری ۷۵ء کے الفرقان میں لکھا ہے کہ اے نبی! اگر تو کثرت والوں کی پیروی کرے گا تو یہ لوگ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔ (انعام ع ۱۴) اس سے غلطی یہ لگتی ہے کہ اجماع کے فیصلے جو کثرت رائے سے ہوتے ہیں۔ بے درست نہیں۔ حالانکہ قرآن شریف میں آتا ہے کہ جو سبیل المومنین کے فیصلہ کے خلاف کرے وہ درست نہیں

اس پر ذرا روشنی ڈالیں۔

جواب: عوام کی کثرت اور سچے مومنوں کی کثرت میں زمین و آسمان کا فرق ہے جو کثرت خدا کے کسی فرستادہ اور اس کی قائم کردہ جماعت کے خلاف کھڑی ہوتی ہے وہ سراسر ناحق پر ہوتی ہے اس کی اتباع انسانوں کو راہ حق سے برگشتہ کر دیتی ہے۔ جو جماعت خدا کی طرف سے حق کو لے کر آتا ہے اس کے مقابلہ پر کھڑے ہونے والے خواہ کتنی بڑی تعداد میں ہوں باطل پر ہوں گے۔

نبی کے ماننے والے سچے اور صحیح مومنوں کی اکثریت یقیناً قابل اعتنا ہوتی ہے ان کے مشترکہ طریق عمل کو اللہ تعالیٰ نے سبیل المؤمنین قرار دیا ہے لیکن عرصہ گزرنے کے بعد نبی کے نام لیوا لوگ جب نام کے مومن رہ جاتے ہیں تو ان کی کثرت بھی ہرگز قابل اتباع نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری صدی سب سے بہتر ہے۔ پھر دوسرے درجہ پر دوسری صدی ہے اور پھر تیسری صدی ہے۔ ان تین خیر القرون کے بعد فیج اعوج ہوگا۔ ٹیڑھا زمانہ ہوگا اور غلط کار لوگ ہوں گے ان کے بارے میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

لیسوا منی ولست منھم (مشکوٰۃ)

کہ ان کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہ ہوگا اور میرا ان سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔

ظاہر و باہر ہے کہ ایسے لوگوں کی کثرت بھی ناحق پر ہوگی۔ ان کا طریق کار قرآنی اصطلاح میں سبیل المؤمنین قرار نہیں دیا جا سکتا۔ وہ بہتر فرقوں میں بٹے ہوئے لوگ ہوں گے ان کے اجماع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ در حقیقت اجماع دور صحابہؓ میں ہی ممکن ہوتا ہے۔ پس قرآن مجید کے بیان میں کوئی تضاد نہیں صرف تدبر کی ضرورت ہے۔

سوال: سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہائی تحریک کے متعلق اپنی کتب میں کیوں ذکر نہیں فرمایا؟

جواب: بہائی تحریک درحقیقت ایران کی ایک سیاسی تحریک تھی اور ان دنوں ابتدائی حالت میں تھی۔ اس تحریک کے بانی علی محمد باب و مرزا حسین علی نوری نے اسے مذہبی لبادہ پہنانے کی کوشش کی تھی اس لئے اس کا تفصیل سے ذکر کرنا ضروری نہ تھا۔ ہاں اصولی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہائیت کی پرزور تردید فرمائی ہے۔ بہائیت کے بنیادی ستون دو ہی ہیں۔ اول یہ کہ قرآن مجید منسوخ ہے۔ دوم یہ کہ فیضان محمد صلی اللہ علیہ وسلم منقطع ہو گیا ہے اور بہاء اللہ کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند تر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ قرآن مجید کی ایک آیت بھی منسوخ نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید ایک زندہ، محکم اور کامل شریعت ہے۔ اس کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں

آ سکتی۔ دوسرے یہ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی
اللہ علیہ وسلم سب نبیوں کے سردار اور ہمیشہ کے
لئے زندہ رسول ہیں آپ کی پیروی سے ہر فیض مل
سکتا ہے اور آپ کی اتباع سے روگردانی کرنے
والا محروم ازلی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ
السلام اپنے رسالہ لیکچر لاہور کے ابتدائی
صفحہ پر بمبار اللہ کے دعویٰ کا ذکر فرمایا ہے اور
اس کے مبلغ کو اپنے دعویٰ کی صداقت کے
جانچنے کا معیار بتلایا ہے اور اسلام کو ایک زندہ
اور ناقابل تنسیخ مذہب کے طور پر پیش فرمایا ہے۔

سوال ۸: حدیث لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ نَبِیٌّ
سے معلوم ہوتا ہے کہ آنے والے مسیح موعودؑ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان
کوئی نبی نہیں لیکن حدیث لَوْ عَاشَ لَکَانَ
صِدِّیْقًا نَبِیًّا کی روشنی میں یہ سوال پیدا
ہوتا ہے کہ اگر صاحبزادہ ابراہیمؓ زندہ رہتے
اور نبی بن جاتے تو حدیث لَیْسَ بَیْنِیْ
وَبَیْنَہٗ کا کیا مطلب ہوتا؟

جواب: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لو عاش
لکان صدیقاً نبیاً کے الفاظ اس وقت
فرمائے تھے جب صاحبزادہ ابراہیمؓ فوت ہو
چکے تھے۔ یہ الفاظ ان کی فطری استعدادوں
کے بیان کے لئے تھے، ان کا خود نبی بن جانا
ممکن بتانا مقصود نہ تھا البتہ اس سے یہ
استدلال بالکل درست ہے کہ آیت خاتم النبیین
جو سنہ ۵ ہجری میں نازل ہوئی تھی اس کا یہ مطلب
ہرگز نہیں ہے کہ آنحضرتؐ کی پیروی سے بھی
نبوت مل نہیں سکتی ورنہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم صاحبزادہ ابراہیمؓ کی وفات پر سنہ ۹ ہجری
میں یہ نہ فرماتے کہ اگر یہ زندہ رہتے تو نبی بن سکتے
تھے بلکہ یوں فرماتے کہ اگر یہ زندہ بھی رہتے۔
تب بھی نبی نہ بن سکتے کیونکہ میں خاتم النبیین
ہوں۔ یہ استدلال بطور اثبات امکان ہے
واقع وہی ہے جو حدیث لَیْسَ بَیْنِیْ وَ
بَیْنَہٗ نَبِیٌّ میں مذکور ہے۔

سوال ۹: سورۃ انبیاء میں حضرت مریمؑ کے متعلق فنفخنا
فیھا آیا ہے اور سورۃ تحریم میں فنفخنا
فیہ ہے۔ مؤنث اور مذکر کی ضمیر کے اختلاف میں
کیا حکمت ہے؟

جواب: سورۃ انبیاء میں حضرت مریمؑ کے سراپا ممسوس
روح القدس ہونے کا اشارہ ہے فرمایا کہ وہ ہر
پہلو سے اور جملہ اعمال و افعال میں روح القدس
کے زیر اثر تھیں اس لئے ضمیر (ھا) مؤنث استعمال
ہوئی ہے۔ سورۃ تحریم میں خاص طور پر یہ بتانا
مدنظر ہے کہ تمام نامساعد حالات کے باوجود
حضرت مریمؑ نے اپنی عصمت کی خاص حفاظت
کی تھی اور یہ کہ ان کے بطن سے پیدا ہونے والا
بچہ محض خدا کی قدرت کا نشان تھا اس لئے ضمیر
(ہ) مذکر مستعمل ہوئی ہے جس کا مرجع لفظ فرج
ہے۔ واللہ اعلم بالصواب!

○

اخبارات و رسائل کے چند مفید اقتباسات

(۱) لفظی ایمان — رسمی اسلام

ماہنامہ طلوعِ اسلام نے لکھا ہے:-

"ہماری مشکل یہ ہے کہ ہمارے پاس اب زنگ آلود تلواریں بھی نہیں رہیں۔ ہمارے پاس خالی نیام ہی نیام ہیں۔ لفظی ایمان، رسمی اسلام، بے ذوق سجدے بے روح نمازیں۔ ان سے دنیا کو فتح کرنا ایک طرف انسان اپنے آپ کو بھی فتح نہیں کر سکتا۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو شخص اپنے آپ کو فتح نہیں کر سکتا وہ فاتح عالم بھی نہیں بن سکتا۔"

(طلوعِ اسلام لاہور۔ اگست ۷۶ء صہ ۱۵۱)

(۲) ائمہ دین سے مسلمانوں اور حکومتوں کا سلوک

جناب شورش کاشمیری (آنجہانی) نے ۱۹۶۲ء میں لکھا تھا کہ:-

"تاریخ اسلام پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ جن لوگوں کو آج ہم اپنا پیشوا اور امام مانتے ہیں۔ ان کے ساتھ وقت کی حکومتوں اور مسلمانوں کے گروہوں نے کیا برتاؤ کیا۔ وہ تمام مسندیں جنہیں ہم دین کی اساس قرار دیتے ہیں اور وہ تمام ائمہ جو ہمارے فقہی مسائل میں راہنما ہیں۔ یا جن کی عظمت سے ہماری وابستگیاں ہیں، کن شدائد سے نہیں گزرے۔ انہیں حکومتوں نے رسوا نہیں کیا؟ یا مسلمانوں نے نہیں مارا؟ سبھی کچھ ہوتا رہا۔"

(چٹان - ۲۴ جنوری ۱۹۷۷ء صہ ۵)

(۳) علامہ اقبال مسجد احمدیہ لندن میں احمدی مسلمانوں کے درمیان

روزنامہ نوائے وقت لاہور لکھتا ہے:-

"اسلام نے جو فرائض ارکان یا طریق عبادات مقرر کئے ان سب کا مدعا یہ ہے کہ انسانی قلوب کو رنگ نسل اور قوم کے امتیازات سے پاک کر دے۔

مولانا فرزند علی امام مسجد لندن نے علامہ اقبال مولانا شوکت علی اور بعض دوسرے لوگوں کو دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا نو مسلم انگریزوں نے اس موقع پر علامہ سے ملاقات کی۔ آپ نے ایک مختصر لیکن نہایت پُرتاثیر تقریر فرمائی اور کہا: دنیائے اسلام کے کروڑوں فرزندانِ توحید آپ کے بھائی ہیں۔ آپ کے ہم قوم اور آپ کے ساتھی ہیں۔ یورپ کی تین زبانیں ترقی کے اوج پر پہنچ رہی ہیں۔ ایک انگریزی دوسری فرانسیسی

اور تیسری جرمن لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ عربی زبان (جو قرآن پاک کی زبان ہے) کا مستقبل بھی درخشاں اور روشن ہے اور آپ کو اس پر بھی توجہ کرنی چاہیئے اور اس سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیئے۔"

(نوائے وقت لاہور ۲۵ فروری ۱۹۷۷ء)

(۴) حضرت امام مہدی پر فتویٰ دینے والے علماء

تبلیغی رسالہ البشیر لاہور لکھتا ہے کہ:-

"امت میں سب سے پہلے علماء اور امراء کے لئے گمراہی کی پیش گوئیاں مذہبی معصوم ریکارڈ میں موجود ہیں۔ تین سو یا (دوسری روایت میں) تین ہزار علماء کا حضرت حجۃ علیہ السلام کی تلوار سے قتل ہو (نا) مسلمات میں سے ہے جو حضورؑ پر بے دین ہونے کا اور گمراہی پھیلانے کا فتویٰ دیں گے۔"

(ماہنامہ البشیر لاہور ماہ اپریل، مئی ۱۹۷۷ء صفحہ ۲۱)

(۵) حضور نبی الانبیاء ہیں اور سب نبی آپ کے امتی ہیں

ترجمان اہلسنت کے نوٹ میں لکھا ہے کہ:-

"سب سے پہلے مرتبۂ نبوت حضورؐ کو ملا۔ روز میثاق تمام انبیاء سے حضورؐ پر ایمان لانے اور حضور کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا اور اسی شرط پر یہ منصب عظیم ان کو دیا گیا۔ حضور نبی الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء حضور کے امتی۔ سب نے اپنے اپنے عہد کریم میں حضور کی نیابت میں کام کیا۔"

(ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی جنوری ۱۹۷۷ء صفحہ ۲۵)

(۶) سنی عقیدہ ۔ سب نبی قبروں میں زندہ ہیں۔

ترجمان اہلسنت لکھتا ہے:-

"عقیدہ:- انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں جیسے دنیا میں تھے۔ کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ وعدہ الٰہیہ کے لئے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہو گئے۔"

(ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی دسمبر ۱۹۷۶ء، جنوری ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۲)

(۷) میری قوم نے قرآن عظیم کو پس پشت ڈال دیا

مدیر المنبر لکھتے ہیں:-

"کل جب ہم داور محشر کے سامنے پیش ہوں گے اور حضور شافع یوم جزا عرش رب العزت کے سامنے کھڑے ہو کر "وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً" اور رسول پکاریں گے کہ میرے رب میری اس قوم نے اس عظیم قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ تو کیا ہم اس استغاثے کا کوئی جواب دے سکیں گے؟"

(المنبر لائلپور ۱۷ مارچ ۱۹۷۷ء صفحہ ۹)

(۸) اسلامی ہدایات کو فراموش کرنے والے

ترجمان اہلسنت کا اعلان ہے کہ:-

"افسوس سب سے ہم نے اسلامی ہدایات کو فراموش کر دیا ہے۔ ہم ذلت و رسوائی کے لئے وقف

ہو گئے ہیں اور آج غیروں کی نگاہوں میں ہمارا کوئی احترام نہیں۔"

(ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی۔ جنوری ۱۹۷۷ء ص ۳۱)

(۹) ہم غلط راستے پر چل پڑے ہیں

مدیر المنبر لکھتے ہیں کہ :-

"دنیا کے ۲۱۷ ملکوں میں سے اسلامی ریاستوں کی تعداد ۴۱ ہے مسلم ممالک کے پاس وسائل بھی بہت ہیں مگر اس کے باوجود مسلمان دنیا میں تبدیلی لانے میں مؤثر کردار ادا نہیں کر سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم غلط راستے پر چل پڑے ہیں۔ اور حقیقت کو چھوڑ دیا ہے۔"

(المنبر لائلپور۔ ۱۷ مارچ ۱۹۷۶ء ص ۱۹)

(۱۰) مولوی احتشام الحق تھانوی کا بیان

"مولانا احتشام الحق نے مفتی محمود کی قیادت میں متحد ہونے والے گروہوں کو عقیدہ کے اعتبار سے متضاد نظریات کا علمبردار قرار دیتے ہوئے کہا کہ ان میں سے ہر گروہ دوسرے گروہ کو کافر قرار دیتا ہے۔ مولانا نے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے تدبر و فراست کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے بڑی کامیابی سے ان عناصر کے مفاد پرستانہ عزائم خاک میں ملا دیئے ہیں۔ انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ پاکستان کے عوام ان عناصر کے پراپیگنڈے سے گمراہ نہیں ہوں گے اور آئندہ انتخابات میں بھی ان عناصر کو ذلت آمیز شکست اٹھانی پڑے گی۔"

(امروز لاہور ۱۸ جنوری ۱۹۷۷ء)

(۱۱) گرونانک مسلمان ہو گئے تھے

اپنی نالائقی کا رونا روتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"یہ ہماری نالائقی اور بےہمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ ہم نے سکھوں کو ہندوؤں سے ملا دیا اور اس طرح جس مذہب کا بانی گرونانکؒ ہندو مت چھوڑ کر مسلمان ہو گیا تھا یا اسلام کے قریب آ گیا تھا۔ ہم نے اس کے ماننے والوں کو دھکے دے کر ہندوؤں کی طرف پھینک دیا۔"

(ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک ضلع پشاور۔ جنوری ۱۹۷۷ء ص ۱۵)

(۱۲) شیعہ دینیات کے سلسلہ میں قرارداد

"اسکولوں میں شیعہ دینیات کے فیصلے کو فوراً منسوخ کیا جائے کیونکہ اس طرح تعلیمی اداروں میں اساتذہ اور طلبا کے مابین مذہبی تفرقہ اور فساد رونما ہو کر پاکستان کی سلامتی کے لئے ایک شدید خطرہ بن جائے گا۔ پاکستان میں بحیثیت عظیم اکثریت کے مسلمانانِ اہلسنت کا یہ حق ہے کہ سرکاری سکولوں میں صرف ان کی دینیات نافذ کی جائیں اور شیعوں کو پرائیویٹ طور پر اپنے بچوں کو مذہبی تعلیم کے انتظام کا حق حاصل ہو۔ مملکتِ ایران میں بھی یہی طریقہ ہے کہ سرکاری سکولوں میں صرف شیعہ دینیات نافذ ہیں۔ لہٰذا اس فیصلے کو فوری

طور پر منسوخ کر کے پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں
کو مطمئن کیا جائے۔"
(ہفت روزہ الاعتصام لاہور ۲۴ر دسمبر ۱۹۷۶ء صفحہ ۱۶)

(۱۳) احمدیت کی سرکوبی ناممکن ہے

ایک بڑے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔
"میں سمجھتا ہوں کہ دنیائے اسلام کا سب سے
بڑا فتنہ قادیانیت کا فتنہ ہے جس کے مقابلے میں
تمام فتنے ہیچ ہیں۔ ان کی روک تھام آسان
ہے مگر فتنہ قادیانیت کی روک تھام سخت
مشکل بلکہ ناممکن ہے کیونکہ اس فتنے کی سرکوبی
کے لئے جس دینی غیرت اور ایمانی نور کی ضرورت
ہے اس سے مسلمانانِ عالم محروم ہیں۔"
(ہفت روزہ المنبر لائلپور ۳۰ر دسمبر ۱۹۷۶ء صفحہ ۲۷)

(۱۴) مودودی صاحب خودساختہ دین مسلط کرنا چاہتے ہیں

"یہ صاحب (مودودی صاحب) اسلام کیلئے کس
قدر خطرہ ہیں اور قوم کو کس کس انداز سے دھوکے
دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بیچاری امت کو ان کے
شر سے محفوظ رکھے۔ ان کا فتنہ، قادیانی فتنہ سے
کم خطرناک نہیں۔ بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی ہے انہوں
نے سیاست پر ہاتھ نہیں پھیرا تھا اور صاحب اقتدار
کی کرسیوں کو جھپٹ کر، قوم پر اپنا خودساختہ دین
مسلط کرنا چاہتے ہیں اور جو اس سے اختلاف
کرے اسے واجب القتل قرار دیتے ہیں۔"
(طلوعِ اسلام لاہور جنوری ۱۹۷۷ء صفحہ ۱۶)

(۱۵) تکمیلِ حق کے لئے ظہور مہدیؑ ضروری ہے

علامہ طالب جوہری

"کراچی۔ ۲۸ر دسمبر (سٹاف رپورٹر) آج شام
نشتر پارک میں ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب
کرتے ہوئے علامہ طالب جوہری نے کہا کہ قرآن کا
اسلوبِ استدلال یہ ہے کہ وہ مثالوں کے ذریعہ برہان
قائم کرتا ہے۔ وہ قرآن اور برہان کے موضوع پر
چھٹی مجلس سے خطاب کر رہے تھے۔ علامہ طالب
جوہری نے قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہوئے کہا
کہ قرآن نے حق کی مثال بہتے ہوئے پانی سے دی ہے
جس میں لوگوں کے لئے منافع کے ذخیرے ہیں اور
باطل کی مثال اس جھاگ سے دی ہے کہ جو بہتے
ہوئے دریا کے کناروں پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ جھاگ
فوراً فنا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ باطل کی قسمت
ہی فنا ہونا ہے لیکن دریا زمین پر قائم رہتا ہے اس
لئے کہ حق کو اللہ نے قیام و دوام عطا فرمایا ہے
لیکن تاریخ اور حالاتِ حاضرہ سے ہم کو پتہ چلتا
ہے کہ ابھی تک باطل مکمل طور پر فنا نہیں ہوا
لیکن قرآنی بشارت غلط نہیں ہو سکتی اس کا مطلب
یہ ہے کہ نسلِ محمدؐ میں سے ایک ایسے مہدی کا ظہور
ضروری ہے جس کے ظاہر ہونے پر باطل پوری طرح فنا
ہو جائے اور حق مکمل طور پر فتحیاب ہو سکے۔"
(اخبار روزنامہ جنگ کراچی۔ ۳۰ر دسمبر ۱۹۷۶ء)

میری دو پوتیوں کی آمین پر دو نظمیں

قرآن کریم کی تعلیم و تدریس جماعت احمدیہ کا شعار ہے۔ اس کی ترغیب و تحریص کے لئے ہمارے ہاں یہ طریق بھی جاری ہے کہ جب کوئی بچہ یا بچی قرآن مجید ناظرہ ختم کر لیتے ہیں تو ان کے والدین خوشی کی ایک دعائیہ تقریب منعقد کرتے ہیں جسے اصطلاحاً آمین کہا جاتا ہے۔

عزیزم مولوی عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے حال مبلغ جاپان کی بڑی بچی عطیہ صادقہ سلمہا کی آمین ۲۵ اپریل ۱۹۷۴ء کو اور چھوٹی بچی عزیزہ عطیہ بشریٰ سلمہا کی آمین ۱۲ نومبر ۱۹۷۶ء کو ہوئی اور ہر دو موقعوں پر اخویم محترم چوہدری شبیر احمد صاحب بی اے واقف زندگی نے ذیل کی دو نظمیں پیش فرمائیں۔ جزاہ اللہ خیراً۔ پہلی نظم بطور دعا عزیزہ عطیہ صادقہ سلمہا کی زبان سے ادا ہوئی ہے۔

(۱)

خداوندا یہ ہے احسان تیرا — کہ میں نے پڑھ لیا قرآن تیرا
تری مجھ پر عنایت ہو گئی ہے — مجھے تو نے ہی یہ توفیق دی ہے
تلاوت رات دن ہے کام میرا — عطیہ صادقہ ہے نام میرا
پڑھا ہے اس کو میں نے دل لگا کر — جبھی تو اب سنا سکتی ہوں فر فر
مرے ابو کی تھی نظرِ عنایت — مری امی نے بھی کی خوب محنت
پڑھایا مجھ کو صبح و شام قرآں — محبت سے کیا ہے مجھ کو شاداں
انہیں توفیق دے تو اس سے بڑھ کر — کرائیں ترجمہ بھی مجھ کو ازبر
بتائیں مجھ کو کیا کہتا ہے قرآں — ملے دل کو خوشی اور راحتِ جاں
سکھائیں مجھ کو وہ تعلیم اس کی — دل و جاں سے کروں تعظیم اس کی

مرے ہر ہر قدم پر رہنما ہو — یہ مری رُوح کی، دِل کی غذا ہو
میں اِس کے نُور سے ہو کر منوّر — پہن کر اِس کی ہر خُوبی کا زیور
زمانے کو میں دُوں پیغام اِس کا — ہو اُونچے سے بھی اُونچا نام اِس کا
عمل پیرا ہوں اِس پر لوگ سارے — سبھی قوموں کے ہوں وارے نیارے
خُداوندا تجھے سب کچھ پتہ ہے — مرے ننھے سے دِل میں بات کیا ہے
زباں پر آ نہیں سکتی ہر اِک بات — بیاں ہوتے نہیں مشکل سے خیالات
مجھے تُو وہ سبھی کچھ دے خُدایا — جسے کہتی ہے اِک دُنیا عطایا

(۲)

آج تقریبِ ختمِ قرآں ہے — بنتِ راشد عطیّہ شادماں ہے
اپنی بیٹی پہ امّی نازاں ہے — دادا دادی کے گھر چراغاں ہے
آج تقریبِ ختمِ قرآں ہے

آؤ بن کر مجاہدِ اسلام — کر رہے ہیں بلند دیں کا نام
نُور پھیلا رہے ہیں صبح و شام — گھر پہ فضل و کرم کی باراں ہے
آج تقریبِ ختمِ قرآں ہے

پاک اللہ کا ہے پاک کلام — بیٹی بُشریٰ نے پڑھ لیا ہے تمام
سجدہ اللہ کو نبیؐ پہ سلام — نُورِ قرآں سے دِل درخشاں ہے
آج تقریبِ ختمِ قرآں ہے

پھر آج ہیں سارے آ گئے ہیں — پیار و شفقت کا تحفہ لائے ہیں
کام اللہ نے بنا دئے ہیں — یہ بھی اُس کا ہی ہم پہ احساں ہے
آج تقریبِ ختمِ قرآں ہے

ربوہ میں دیدہ زیب ملبوسات

آپ کو ہماری دکان میں ہر قسم کے سوتی و ریشمی ملبوسات مثلاً سوٹنگ واش اینڈ ویئر، آئرش لینن، سمر سیر، مونالیزا، شیفون، نلیٹ، ہائی موتی، ساٹن، کریپ، پردہ کلاتھ، بستر سیٹ اور دیگر اقسام کے ملبوسات دیدہ زیب ڈیزائنوں میں دستیاب ہیں۔ مناسب اور بارعایت نرخوں پر خریدنے کیلئے تشریف لائیں

مومن کلاتھ ہاؤس

گولبازار : ربوہ

خورشید یونانی دواخانہ ربوہ

خالص ادویہ مناسب قیمتوں کے لئے مشہور ہے

امراض کے علاج کے لئے اس کی طرف رجوع فرمائیں

ٹیلیفون : ۵۳۸

ادارہ طباعت و اشاعت قرآن عظیم کے شائع کردہ قرآن مجید

قرآن مجید	سادہ بطرز یسرنا القرآن	ہدیہ دس روپے
" "	مترجم ترجمہ تفسیر صغیر	ہدیہ آٹھ روپے مع انڈکس
" "	" "	" سات " بغیر "
" "	مترجم انگریزی اعلیٰ کاغذ	" سولہ ۱۶/- "
" "	" " عام کاغذ	" چھ ۶/- "

تفاسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام : (۱) سورۃ البقرہ (۲۰/- روپے) (۲) آل عمران و نساء (۲۰/- روپے) مائدہ تا توبہ (۲۰/- روپے)

ملنے کا پتہ : ادارہ طباعت و اشاعت قرآن عظیم (قرآن پبلیکیشنز) ربوہ

ہر قسم کا
کاغذ، بکس بورڈ اور گتہ
بارعایت خریدنے کے لیے ہماری خدمات حاصل کریں!
اور دعا فرمائیے!
مقبول پیپر مارٹ
گنپت روڈ لاہور: فون :- ۶۳۸۴۹
گھر: ملک عبداللطیف ستکوہی - فون :- ۶۲۵۱۶

ہر قسم کا سامان سائنس
واجبی نرخوں پر خریدنے کیلئے
الائیڈ سائنٹیفک سٹور
گنپت روڈ لاہور
کو یاد رکھیں
ٹیلیفون نمبر:- ۶۲۵۰۰

الفردوس شال مرچنٹ
ہمارے ہاں ہر قسم کی گرم کشمیری کامدار شالیں، زنانہ و مردانہ دھسے اور گرم مردانہ تھوک و پرچون واجبی داموں پر دستیاب ہیں۔ نیز ریڈی میڈ کُرتے شلواریں سوٹ وغیرہ بھی ہر قسم کے مل سکتے ہیں
الفردوس شال مرچنٹ
۸۵ - انار کلی - لاہور

اسلام کی روز افزوں
ترقی کا آئینہ دار
تحریکِ جدید ربوہ
آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں اور
غیر از جماعت دوستوں کو بھی مطالعہ کے لئے دیں۔
ایڈیٹر
نور الدین منیر
سالانہ چندہ
پانچ روپے

روزنامہ
الفضل ربوہ
ہمارا، آپ کا اور سب کا اخبار
اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے اقتباسات
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے پُرمعارف
خطبات، علماء سلسلہ کے اہم مضامین، بیرون ممالک میں
جماعت کی تبلیغی مساعی کی تفاصیل اور اہم ملکی اور عالمی خبریں
شائع ہوتی ہیں۔ آپ خود بھی یہ اخبار پڑھیں اور دوسروں
کو بھی پڑھنے کے لئے دیں۔ اس کی توسیع اشاعت آپ کا
جماعتی فرض ہے۔
(مینیجر الفضل ربوہ)

پیلیسٹھ پرانی لاعلاج امراض کے تیر بہدف نسخے
حاصل کرنے کے لئے دس پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر کیوریٹو لٹریچر (Curative Literature) مفت حاصل کریں۔ خصوصاً مندرجہ ذیل تکالیف کی کیورز (CURES) کی تفصیل آپ کے لئے از حد مفید اور دلچسپ ہوگی:-

- چہرہ چھائی اور پھیٹ وغیرہ پر جوانی کے کیل اور چھنسیاں وغیرہ — (1) ACNE.
- دمہ، ضیق النفس، سانس کی تنگی وغیرہ — (4) ASTHMA.
- نزلہ، حلق پر گرتا ہو، گلے یا چھاتی سے بلغم کا آنا۔ ریشہ پیدا ہونا وغیرہ — (9) CATARRH.
- پرانا زکام، ناک سے مواد زیادہ آئے۔ چھینکیں وغیرہ — (11) COLD.
- قد چھوٹا ہونا، نشوونما کی کمی، بونا پن، پچیس سال کی عمر تک — (20) DWARFISHNESS.

کیوریٹو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ (ڈاکٹر راجہ ہومیو) لاہور، کراچی، ربوہ۔ فون ۴۰۷

مکتبہ الفرقان کی مفید کتابیں

- "ربوہ سے تل ابیب تک" پر تبصرہ (مولوی محمد یوسف صاحب نعیمی کی کتاب کا جواب) از صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب - قیمت ۵۰/۱ روپے
- میرا دین : حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے قلم سے " ۲۵ پیسے
- نبراس المومنین : سو ۱۰۰ احادیث نبویہؐ کا باترجمہ انتخاب " ۷۵ "
- تحریری مناظرہ : الوہیت مسیحؑ پر پادری عبدالحق سے مناظرہ : " ۲ روپے
- مسیحؑ صلیب پر فوت نہیں ہوئے : (انگریزی پمفلٹ) " ۲۵ پیسے
- بہائی شریعت : مع ترجمہ اور اس پر تبصرہ " ۲ روپے
- مناظرہ مہت پور : (شیعہ عالم سے تحریری مباحثہ) " ۲ "

(محصول ڈاک بذمہ خریدار) — مینیجر ماہنامہ الفرقان گول بازار ربوہ

الفرقان کے نئے دور کا سالانہ اشتراک

پاکستان	پندرہ روپے ۱۵	انگلستان اور یورپین ممالک (ہوائی ڈاک)	۱۰۰ روپے
انگلستان و یورپین ممالک (بحری ڈاک)	۶۵ "	امریکہ کینیڈا، ٹرینیڈاڈ "	۱۸۰ "
امریکہ، کینیڈا۔ ٹرینیڈاڈ "	۶۵ "	انڈونیشیا۔ امارات عربیہ "	۱۰۰ "
انڈونیشیا۔ امارات عربیہ "	۵۵ "	فجی "	۱۴۰ "
بھارت۔ بنگلہ دیش اور فجی "	۲۵ "	بھارت و بنگلہ دیش "	۱۶۰ "

نوٹ :

(۱) بیرونی ممالک کے رسالے عند الضرورت بصیغہ رجسٹری بھجوائے جائیں گے

(۲) جملہ رقوم منی آرڈر، بنک چیک یا ڈرافٹ یا رقم امانت بنام مینیجر "الفرقان" بھجوائیں!

(مینیجر الفرقان ربوہ)

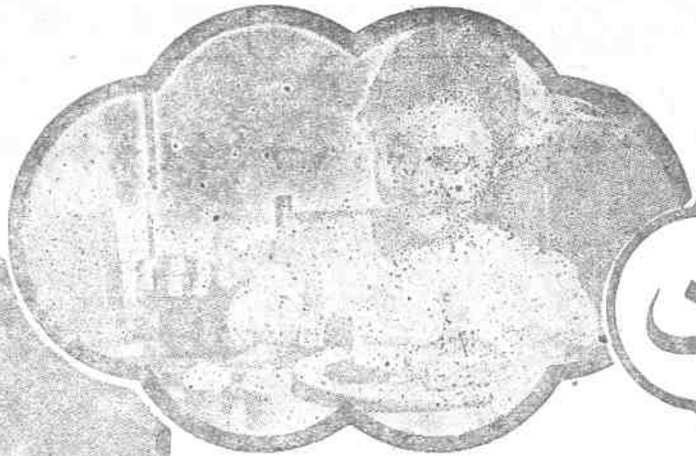

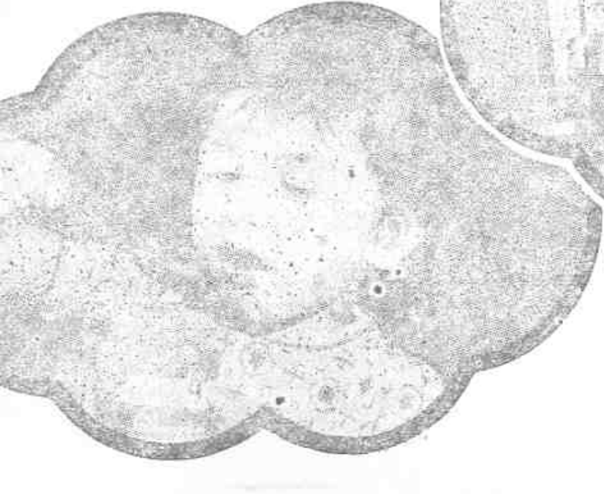

شیزان

ایک بار نہیں سو بار نہیں
میں تو کہوں گی لاکھوں بار

شیزان کی ہر چیز ہے
سب سے مزے دار

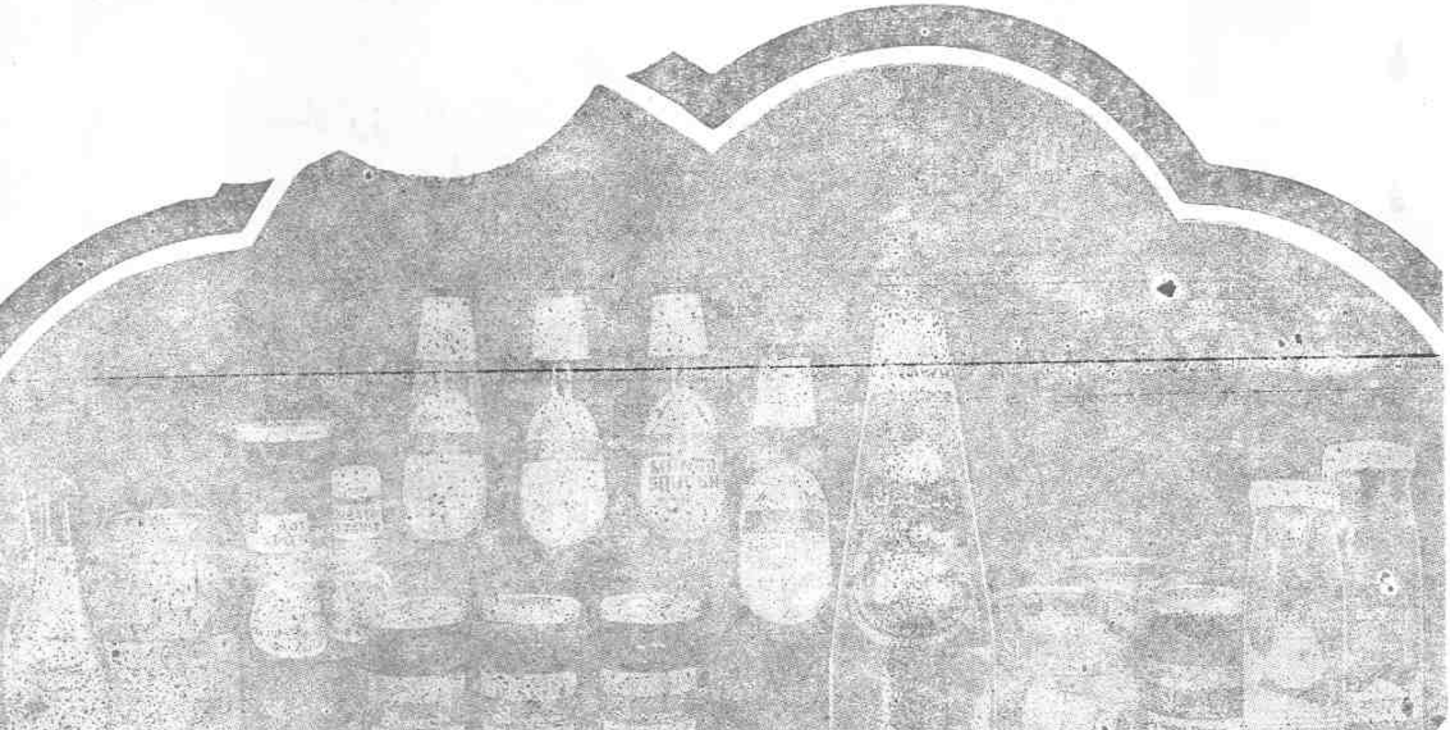

Monthly **AL-FURQAN** *Rabwah*

FEBRUARY 1977 Regd. No. L 5708

آپ

اپنی ضروریات کے لئیے

میسرز بشــیر اینــڈ کمپنی

کی خدمات حاصل کریں

ایکسپورٹرز اینڈ امپورٹرز

گورنمنٹ کے منظور شدہ ٹھیکیدار برائے ملٹری ، ریلوے ، ٹیلیگراف اور ٹیلیفون ، واپڈا اور دوسرے

تیار کنندگان ہارڈویر - تعمیری میٹیریل - ہر قسم کا جوڑ والا اور بغیر جوڑ کا پائپ - ٹیوب - کھمبے - کاسٹ آئرن - اس سے متعلقہ ہر قسم کا سامان....

سٹاکسٹ اینڈ سپلائرز آئرن اینڈ اسٹیل - جی ، آئی شیٹ - پلیٹ (چادر) - کنڈے والی تار - ہر قسم کا میٹل - زنک - لیڈ - لین - کالپہ اور پلینگ کا ہر قسم کا سامان...

ہیڈ آفس !

حمید منزل نمبر۸۹ انارکلی لاہور (فون ۵۲۷۸۳)

برانچیں !

لوہا مارکیٹ ، لاہور

77, KMC گارڈن مارکیٹ ، لارنس روڈ ، کراچی

(فون ۷۸۵۶۴)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔